بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور حقوقِ بشر

باقر شریف قرشی

مترجم: سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

قرشی، باقر شریف، ۱۹۲۶۔م
[اسلام وحقوق بشر۔اردو]
اسلام اور حقوق بشر باقر شریف قرشی؛ مترجم سید مجاہد حسین عالی نقوی؛ تصحیح حیدر رضا ضابط.
مشہد: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۳۹۳۔ ۲۲۴ص
فیپا۔
عنوان اصلی: الاسلام وحقوق الانسان
ISBN 986 - 964 - 971 -712 - 8
ا. حقوق بشر (اسلام) . الف . نقوی ، سید مجاہد حسین ، مترجم .حیدر رضا ، مصحح.
ج . بنیاد پژوہش ہای اسلامی . عنوان .
۱۳۹۳ ۵۰۴۶۱ الف ۴۴ ق /۱/ ۲۰۳ BP ۲۹۷/۴۸۳۴ کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۳۵۱۷۶۲۵

اسلام اور حقوق بشر

باقر شریف قرشی

مترجم: سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح: ڈاکٹر رضا حیدر ضابط

طبع اول ۱۳۹۳/ تعداد، ۲۰۰۰/ قیمت؛ ۸۷۰۰۰ ریال
چاپ وصحافی: مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی
فون وفیکس: واحد فروش پژوہش ہای اسلامی ۳۲۲۳۰۸۳
www.islamic-rf.ir info@islamic-rf,ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

پیش گفتار	۱۳
اعلانیہ جہانی حقوق بشر	۳۱
یورپ کے حالات	۳۲
انقلابِ فرانس	۳۵
اعلانیہ حقوق بشر	۳۶
نسلی تفریق	۴۳
محلِ سکونت کا انتخاب	۴۵
خواتین کی بے حرمتی	۴۵
حقوق بشر در پرتو اسلام	۴۷
عظمتِ انسان	۴۸
خون ریزی کا حرام ہونا	۵۲

قرآن مجید کی روشنی میں	۵۳
سنت نبوی کی روشنی میں	۵۴
قصاص، جانوں کی حفاظت کرنا	۵۶
احادیث شریف	۵۷
قتل کی دیت جان کی حفاظت	۶۲
خوف ختم کرنا	۶۳
ستم کو نابود کرنا	۶۴
قرآن کریم کی روشنی میں	۶۵
ظالموں کی بیخ کنی کرنا	۶۷
ظالموں کے انجام سے عبرت	۶۸
احادیث کی روشنی میں	۶۹
حاکم ستمگر	۷۲
عدالت کا قیام	۷۴
فیصلوں میں عدل کرنا	۷۴
گواہی دینا	۷۵
گفتار میں عدالت	۷۷

قرآن میں عدالت	۷۸
سیرت رسولؐ میں عدالت	۷۹
حاکم عادل	۸۱
فروغِ علم	۸۴
مساوات	۹۰
مساوات کیا ہے	۹۲
اجتماعی مساوات	۹۴
مساوات، قانون کے مقابل	۱۰۰
عدالت میں مساوات	۱۰۲
مالیات، ٹیکس میں برابری	۱۰۴
ملازمت وانتصاب میں برابری	۱۰۴
استثنیٰ برائے سربرائے مملکت	۱۰۴
صدر مملکت کا استثنیٰ	۱۰۵
دوسری حکومتوں کے سربراہوں کو مستثنیٰ رکھنا	۱۰۶
سفارتی عملے کا استثنیٰ	۱۰۶
ارکان اسمبلی کا استثنیٰ	۱۰۷

ثروت مندوں کیلئے استثنیٰ	۱۰۷
مشہور ومعروف رفوجی اشخاص کو استثنیٰ	۱۰۸
آزادی	۱۱۰
آزادی کا مفہوم لغت میں	۱۱۰
آزادی کا مفہوم اسلام میں	۱۱۱
آزادی کی حدود	۱۱۱
آزادی کی اقسام	۱۱۲
آزادیٔ عقیدہ	۱۱۲
آزادی عقیدہ واظہار کی بابت	۱۱۶
آزادیٔ افکار	۱۱۶
آزادیٔ نظر	۱۱۷
آزادیٔ سیاست	۱۱۹
آزادیٔ اجتماعات	۱۱۹
جماعتیں بنانے کی آزادی	۱۲۰
آزادیٔ مدنی	۱۲۰
آزادیٔ شخصی	۱۲۰

آزادی انتخاب مسکن ۱۲۱

آزادیٔ اقتصادی ۱۲۱

آزادیٔ اقتصاد کی شاخیں ۱۲۲

انفرادی مالکیت ۱۲۲

روابط انسانی ۱۲۳

فقر کا قلع وقمع ۱۲۵

پیداوار میں اضافہ ۱۳۰

روزگار کے مواقع فراہم کرنا ۱۳۰

کم آمدنی لوگوں سے مالیات نہ لینا ۱۳۲

ذخیرہ اندوزی ۱۳۴

سود ۱۳۶

احادیث شریف ۱۳۷

مالیات ۱۳۸

زکوۃ ۱۳۹

اہم نکات ۱۴۰

فقیر کون ہے؟ ۱۴۱

خمس ۱۴۲
اجتماعی ضروریات ۱۴۴
اسلامی برادری ۱۵۱
اسلام میں حقیقتِ برادری ۱۵۳
باہم مہربانی، محبت ۱۵۴
ملاقات ۱۵۶
ہمدردی ۱۵۸
حاجتوں کا پورا کرنا ۱۶۰
اسباب اختلاف ۱۶۲
ایک دوسرے سے قطع تعلق ۱۶۲
عدم تعاون وہم بستگی ۱۶۴
آزار وتحقیر ۱۶۵
گالم گلوچ اور بدزبانی ۱۶۷
عیب جوئی ۱۶۹
مسلمانوں کی قدرومنزلت کم کرنا ۱۷۱
فخروتکبر کرنا ۱۷۲

اہم حقوق	۱۷۳
خصوصی حقوق	۱۸۱
حقوق والدین	۱۸۱
قرآن کریم کی روشنی میں	۱۸۲
احادیث شریف	۱۸۳
ماں سے نیکی	۱۸۶
حقوق فرزند	۱۸۹
شوہر کے حقوق	۱۹۱
اطاعتِ شوہر	۱۹۱
آداب کا لحاظ رکھنا	۱۹۱
بیوی کے حقوق	۱۹۲
وجوب نفقہ	۱۹۲
اقسام نفقہ	۱۹۳
عدل وانصاف	۱۹۴
ہم بستری	۱۹۵
رشتہ داروں کے حقوق	۱۹۶

احادیث شریفہ	۱۹۸
دوسرا طبقہ	۲۰۲
ہمسایوں کے حقوق	۲۰۵
قرآن کریم کی روشنی میں	۲۰۵
احادیث شریف	۲۰۶
ہمسایہ امام صادق علیہ السلام	۲۱۱
داستانِ عبرت	۲۱۱
مغربی دنیا میں ہمسایے	۲۱۲
حقوق دوستی	۲۱۳
نیکوں کا ساتھ	۲۱۳
صداقت	۲۱۵
اعتماد	۲۱۵
بُری عادات	۲۱۶
دوستی کی حدود	۲۱۸
حقوق دوست	۲۱۹
حق معلم	۲۲۱

سوغات

علمدار تمدن، بانی حقوق بشر و چشمۂ فصاحت و حکمت
امام علی بن ابیطالب علیہ السلام؛ کے بلند مقام سے
اُمید رکھتا ہوں مہربانانہ قبول کریں تاکہ یوم قیامت
موقع دیدار پروردگار! میرا توشہ بنے!

باقر شریف قرشی

پیش گفتار

۱۔ آئین اسلام مکمل سنجیدگی اور غیر جانبداری کے ساتھ، تمام حقوق بشر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اعلیٰ انسانی اقدار پر احکام کو لے کر آیا ہے۔

یہ احکام انسانی زندگی کو نظم و نسق عطا کرتے ہیں۔ اور تمام ملتوں، زبانوں اور مذاہب کے ساتھ ہم آہنگ ہیں ۔ اسی بنا پر آئین اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں ملے گا، جو فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہو یا عملی زندگی سے ناسازگار ہو۔

انسان کو پروردگار نے بہت سی موجوداتِ زندہ میں بلندی و برتری دی ہے اور وہ زمین پر رب العالمین کا جانشین ہے۔ پروردگار متعال نے انسان کے لئے اپنے پیغمبروںؑ کو مبعوث فرمایا ہے تا کہ اُس کے اخلاق پاک ہوں ، محکم کردار و رفتار سے اور کج راہوں کے پیچ و خم سے دُور رکھنے کی خاطر اور بے اساس راستوں سے محفوظ رکھنے کے لئے راہنما اور رہبر ثابت ہوں۔

۲۔ آئین اسلام، انسان کو گہری اور ہمہ جہت نظر سے دیکھتا ہے۔ یعنی زندگی کے تمام شعبوں اجتماعی، سیاسی و اقتصادی سے مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ اُنکے حقوق

کا ایک نظام بنایا ہے کہ اُن کو فراہم کئے جائیں جن سے وہ بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

اہم ترین نظام عدالت اجتماعی کو اُس کے وسیع ترین معنی کے ساتھ، زمین پر حاکمیت بخشے اس انداز سے کہ کوئی بھی اُس میں فقر و محرومیت کی نشانی نظر نہ آئے اور انسان، آسودگی، امن اور اطمینان کے ساتھ زندگی گذارے اور آسائش و بے خوفی، آرام و صلح اُس کی زندگی میں شامل ہو جائے۔

اسلامی نظام کے تحت فراہم کردہ حقوق بشر میں ظلم و ستم و سرکشی کی کوئی گنجائش نہیں، حاکم محکوم پر غالب نہیں بلکہ اجتماعی امن و آرام فراہم کرتا ہے۔ اور یہ نظام قانون اس طرح یکساں ہے کہ حاکم اور رعایا دونوں پر جاری ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کسی کو امتیاز و فوقیت نہیں دی جاتی مگر تقویٰ کی بنیاد پر ، یہ ہی لوگوں کے درمیان فرق و تفاوت کا معیار ہے اور ہماری مراد یہاں ذات سے بلند ہو کر نیک کاموں کو دیکھنا ہے۔

۳۔ اسلام کی مہربانی، لطف و محبت صرف انسان تک محدود نہیں ہے بلکہ حیوانات اور سب موجودات زندہ مثل اشجار کو بھی اپنے دائرے میں لئے ہے. اسلامی دستور تو حیوانات جیسے گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ کے بارے میں بھی تاکید کرتا ہے کہ اُن کو خوراک، پانی دیا جائے اور اُن کی حفاظت کرے اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن پر وزن نہ لادے اور اُن کو تکلیف نہ دے اور اُن کو زحمت میں نہ ڈالے

کتے اور بلیّوں.... تک کے بارے میں اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اُن کی خوراک فراہم کی جائے۔ خداوند نے فرمایا: ﴿ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُم مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُم فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جَنوبُهَا فَكُلُوْا مِنهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾(۱)

اگر شکار کا مقصد صرف تفریح اور کھیل کود کی خاطر ہو تو یہ سفر معصیت میں گنا جائے گا جیسے دوسرے گناہ کے سفر، جس میں مسافر اپنی نمازوں کو ضروری ہے کامل ادا کرے۔ اسلام نے خانہ خدا کے حاجیوں پر شکار حرام کیا ہے اور اس پر کفارہ قرار دیا ہے. اللہ تعالیٰ اِس فرمان سے چاہتا ہے کہ حیوانات کے لئے امن وامان ایجاد ہو۔ حج کس قدر محترم و بلند رتبہ عبادت ہے۔

راوی کہتا ہے: امیر المومنین علیہ السلام اپنی شب ضربت اپنے گھر میں ایک مرغابی کو دیکھتے ہیں اور علیا حضرت زینبؑ سے فرماتے ہیں کہ اُن کی خوراک کا خیال رکھیں ورنہ آزاد کردیں. حیوانات سے اچھے برتاؤ کا یہ مختصر سا اسلامی تذکرہ

۱۔ ہم نے صحت مند اونٹوں کو تمھارے لئے شعائر اللہ قرار دیا ہے اور ان میں تمھارے لئے خیر ہے پس ان پر نام خدا لو، جب وہ کھڑے ہوں اور جب وہ پہلو کی جانب گر پڑیں تو ان کا گوشت کھاؤ، تنگ دست و حاجت مندوں کو بھی کھلاؤ، اس طریقے سے تمھارے لئے ان کو فراہم کیا ہے تا کہ تم شکر گذار بنو۔ سورہ حج (۲۲) ۳۶۔

ہے۔اس کتاب کے صفحات پر ضمنی طور پر اس بارے میں کلام کریں گے۔

درختوں کے بارے میں اسلام کا طرزِ عمل: اسلام نے درختوں کے کاٹنے سے منع کیا ہے، حتیٰ بار آور درختوں کے نیچے قضائے حاجت کو نا پسند شمار کیا ہے۔

۴۔مسلمانوں کے اماموں، دانائی کے خزانوں اور پیغمبرؐ کی دانش کے حاملوں نے، اپنی جانوں کو انسان کی عظمت کے راستے میں فدا کر دیا لیکن متکبر اور سرکش حکمرانوں نے عوام کے حقوق غصب کیئے. مال خدا کو آپس میں بندر بانٹ کرتے رہے اور اُس کے بندوں کو غلام بنالیا اور اُمت کے مقدر سے کھیلتے رہے اور اُن کی اہمیت کو کم کیا اور حکومت اپنے پیرو کاروں اور اُن کے ہاتھوں سے مقامات دینے والوں کو، بطور مالِ غنیمت ہڑپ کیا۔

سب سے پہلے ایسے حاکم کے سامنے جس نے قیام کیا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام تھے۔اُنھوں نے پرچم قیام کو یزید کے مقابل لہرایا کہ جو تمام حرام کاموں کا مرتکب ہو رہا تھا۔اور مسلمانوں کے لئے، اُس نے بے شرمی کی سیاست اپنائی ہوئی تھی کہ جس سے وہ بیگانہ تھے۔یزید کا ظلم و ستم جہان اسلام کو اپنے دائرہ میں لے چکا تھا اور اسکی سیاست اپنے باپ کی سیاست کی مانند تھی کہ تمام اہل مملکت کو رنج و مصیبت میں غرق کر دیا تھا اور بزرگان اسلام جیسے حجر بن عدی، عمرو بن حمق خزاعی اور دوسرے مومنین کو قتل کیا اور ان سب سے پہلے جنت کے جوانوں کے

سردار امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا !

امام حسینؑ نے احقاق حق کی خاطر بدکرداروں کو ناشائستہ جانتے ہوئے پرچم قیام کو اپنے زمانے کے فرعون کے سامنے بلند کیا اُنھوں نے موت کو خداوند کے راستے میں آسان جانا اور ایک لافانی جملہ فرمایا ''میں موت کو خوش و نیک بختی کے علاوہ کچھ اور نہیں دیکھ رہا جیسے کہ زندگی کو ستمگروں کے ساتھ سوائے مایۂ دل تنگی کے'' امام حسین علیہ السلام نے بلند و بالا مقاصد کے حصول کے لئے اپنا بزرگ قیام شروع کیا۔ ایسا قیام کہ پروردگار نے اپنی کتاب میں اُس کو آشکار کیا ہے اور اس قیام کو عقل مندوں کے لئے مایۂ نصیحت آموز قرار دیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تا کہ قرآن کے احکام و قوانین کا بول بالا کریں اور انسان، اُمویوں کے ستم سے رہائی حاصل کرے۔ امام موسیٰ بن جعفرؑ نے بھی اسی روش سے، مخالف کے خلاف رہبری کی اور اپنے غضب کو ہارون الرشید کے سامنے آشکار کیا۔ ہارون نے بھی ظلم و ستم کی داستان دہرائی اور امام کو زہر دلوا دیا یہاں تک آپؑ نے، انسان کی عظمت کی راہ میں جان کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔ ہم اس کتاب کی فصلوں میں اس موضوع پر کلام کریں گے۔

۵۔ دنیا بھر کے بااثر حکمران اور سیاستمدار، سب حقوق بشر پر فریاد کرتے ہیں اُنھوں نے اس فریاد پر دستاویزیں مرتب کی ہیں تا کہ اپنے اس عمل سے ، اپنی

عمیق اور سنجیدہ محبت کو منافع انسان اور اپنی ثقافتی پیشرفت کو دکھا سکیں۔ بزرگ حکومتوں نے ہر طرح کی پیشرفت اور ترقی کو اپنے عوام کے لئے فراہم کیا ہے اور آزادیٔ امنیت، آرام اور دوسری جو بھی ضروری حاجتیں ہیں اُن کے لئے وسائل فراہم کریں۔

ادارہ اقوام متحدہ نے بھی حقوق بشر کی جانب توجہ دے رکھی ہے اور اُن ممالک کے لئے جو اِس بارے میں لاپرواہ ہیں، اُنکی چھان بین کے لئے ادارے تشکیل دیئے ہیں سال میں ایک دن کا نام حقوق بشر رکھا ہوا ہے وہ خاص دن ''یوم مئی'' (مزدوروں کا دن) ہے۔اقوام متحدہ سنجیدگی کے ساتھ دُنیا کے لوگوں اور اُن کی حکومتوں کو دعوت دیتی ہے تاکہ حقوق بشر کو حاکمیت بخشیں اور اِس کو اپنی فردی اور اجتماعی زندگی میں لاگو کریں۔

۶۔ بظاہر بزرگ حکومتوں کا حقوق بشر کی دعوت دینا بہت لذت بخش اور دلکش ہے اور یہ دعوت آدمی کو بزرگی اور اہمیت کا احساس دلاتی ہیں۔لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ تمام کوششیں حقیقی روح سے خالی ہیں اور محض نمود و نمائش اور زبانی جمع خرچ سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں۔ان کی اپنی دستاویز میں موجود نکات پر عمل نہیں ہو رہا۔عالمی منشور رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر نافذ ہونا چاہئے جب کہ زمینی حقائق اس سے مختلف ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دستور العمل کو ردی

کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا ہے کیونکہ ترقی یافتہ حکومتوں نے تباہ کن اسلحہ براعظمی میزائیل بنانا اوران کو ایٹمی اسلحہ سے مزین کرکے عمومی زندگی کو ویرانی کی طرف لے گئے ہیں اور کرۂ خاکی پر زندگی کے نام ونشان کو مٹادینا چاہتے ہیں ایسے مہلک ہتھیار بن رہے ہیں جن سے مرگ بار، بیماریاں پھیلادی جائیں اِن بموں کواُن ملتوں پر گرائے جائیں جو استعمار واستکبار کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے یا اُن کے غلام بننے کو تیّار نہیں۔

۷۔ گروہی نشر واشاعت، غربی اور بعض شرقی حکومتوں نے اپنے اخبار اور ذرائع ابلاغ میں انسانی مصائب ومشکلات وآلام کا خوب ڈھنڈورا پیٹا ہے. یہ نشر واشاعت کے ادارے بحرانوں اور دُشواریوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان سے روبرو ہیں بالخصوص اُن خواتین سے متعلق کہ جو زندہ رہنے کی خاطر ایک لقمہ نان کے لئے کارخانوں فیکٹریوں اور دوسری جگہوں میں سخت، طاقت فرسا اور سخت مشقت والے کام انجام دیتی ہیں، جبکہ یہ لقمہ نان، اسلامی نظام کی پناہ میں اُن کے لئے کامل طریقے سے تضمین کیا گیا ہے۔

آج کے معاشرے میں سقط جنین، اصلی ترین مشکلات میں سے ہے کہ جوان لڑکیاں بالخصوص یونیورسٹی کی طالبات ومراکز علمی اِس سے رنج اُٹھاتے ہیں، اس مشکل کو جب قانون ساز اداروں میں پیش کیا گیا تو موافق ومخالف دونوں طرح

کی آوازیں بلند ہوئیں، علمی مراکز کے اندر طلبہ میں شدید بے راہ روی واخلاقی گراوٹ آچکی ہے یہاں تک کہ بعض نے بلاوجہ دوسرے ساتھی پر جانتے بوجھتے ستم کیا حتّی جان لے لی اور یہ بھی اُن کے شہروں میں مختلف طریقوں سے چوری ہوتی ہے اور دہشت آور چیزیں شائع کی جاتی ہیں اور چور لوگوں کے مال وثروت مکروفریب کو کام میں لاتے ہوئے چھین لیتے ہیں، ٹیلی ویژن میں بھی اُنکی نمائش دکھائی جاتی ہے، پس ترقی یافتہ حکومتیں جو حقوق بشر کا دم بھرتی ہیں اس پر غور کیوں نہیں کرتیں کہ مشکلات کو ختم کرنے کی خاطر کام شروع کریں۔

۸۔مغربی معاشرے میں جو بدترین تکلیف دہ دُشواری ہے اور بشر اس سے دو چار ہے وہ یہ ہے کہ وہاں خاندانی رابطہ نہیں ہے اور خاندان ٹوٹ چکے ہیں مگر بہت ہی شاذ ونادر موارد کے علاوہ، کوئی گھر ایسا نہیں پائیں گے کہ اُس کے ساکن محبت واُلفت کی فضا میں رہتے ہوں، درد ورنج اور دیگر اپنے اُمور اجتماعی واقتصادی میں ایک دوسرے کے شریک ہوں ۔ بیٹا اگر اپنی زندگی کے پندرہ یا اُس سے زیادہ سالوں کا ہو جائے تو وہ اپنے ماں باپ سے جدا ہو جاتا ہے اور بیٹیاں بھی اسی طرح اگر ماں یا باپ ان میں سے کوئی بڑھاپے تک پہنچ جائے تو کوئی نہیں کہ اُنکی تنہائی یا بیکسی میں اُن کا ہمدم بن سکے۔اُن میں سے بہت سے اپنا ہمدم کتّے یا بلّی کو بنا لیتے ہیں.کہا گیا ہے کہ اگر اُن کے کتے یا بلیاں مرجاتی ہیں تو اُن کے لئے قبریں

بنائی جاتی ہیں اور اُن کو اس خاک میں دفن کرتے دیتے ہیں مگر کوئی انسانوں میں سے مرجائے تو اُس کو دفن کرنے کے لئے بلدیہ کام کرتی ہے بغیر اِس کے، کوئی اُس کا رشتہ دار یا اولادمیں سے اُس کے آخری مراسم میں شریک ہو۔

بہرحال جس طرح وہاں کا سماجی ڈھانچہ بکھر چکا ہے۔ اس میں اجتماعیت کہیں موجود نہیں؟

لہذا وہ حکومتیں جو حقوق بشر کا پروپیگنڈا بہت زیادہ کرتی ہیں ان پر لازم ہے ایسے اقدام کریں جن کے ذریعے لوگوں کے درمیان فاصلے کم ہوں اور ایک دوسرے سے روابط بہتر ہوں سکیں۔ اپنے قوانین واصول اس طرح مرتب کریں کہ لوگوں کے لئے روابط اجتماعی کے اسباب فراہم کئے جائیں کہ اس راہ گذر سے بہرہ مند ہو سکیں۔

۹۔ مادی بنیادوں پر فروغ پانے والے سماج میں شدید دراڑیں پڑ چکی ہیں اور ان کے افکار بوسیدہ ہو چکے ہیں اور یہ فلسفہ کسی بھی عنوان پر سرمایہ علمی نہیں ہے کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے اور یہ صرف پروپیگنڈے کے بل بوتے پر چل رہا ہے کہ فضائی سیاروں یا سیارچوں کی وجہ سے حیرت انگیز، نئی نئی معلومات، وسیع کہکشانوں سے کشف ہوتی ہیں. جو ایک دوسرے کے اُوپر نیچے اور جدا جدا ہیں. ان کہکشانوں میں اربوں ستارے موجود ہیں جو بہت ہی دقیق اور منظّم طور پر حرکت میں ہیں۔

اور یہ حرکت ایسی ہے کہ اگر ایک لحظہ کے لئے اس میں خلل پیدا ہو جائے تو دنیا تباہ ہو جائے گی، یہ سب کچھ اس خالق وصانع کی منصوبہ بندی اور ہدایت فطری کی وجہ سے ہے کہ جس کے سامنے سب اپنا سر جھکاتے ہیں۔شاعر نے کہا:

لو تسلّقنا السماوات سماءَ فسماء

وانتهينا حيث ينسدُّ طريقُ الانتهاء

لوجَدنا السرَّمكتوباً وهو لااله الا اللّٰه

اگر آسمانوں سے اُوپر اس بلندترین جگہ پہنچ جائیں کہ راہ مسدود ہو، تو ایک راز لکھا ہوا دیکھیں گے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ معبود نہیں ہے۔

انسان خود اپنی ذات میں ایک عظیم کارخانہ ہے اور عجوبۂ کائنات کا ایک نمونہ ہے جس پر غور کر کے کہکشانوں کی جستجو کی جاسکتی ہے۔

امام علی امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: **اَتَحسبُ اَنّکَ جِرمٌ صَغِیرٌ وَ فِیکَ انطَوَی العالمُ الاکبَرُ.**

کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم چھوٹے سے جسم ہو ؟ جب کہ تم میں ایک بزرگ جہان پوشیدہ ہے۔

عجائب خلقت میں سے ہے اہم ترین چیز جو پیکر انسان میں رکھی گئی ہے وہ اُس کا مغز ہے جو اُس کی زندگی کے تمام مدارج طے کرنے میں اس کی رہبری کرتا ہے

بشر کی کشتی کا ناخدا، مغز ہے، جو اُس کو ساحل آسائش اور کامیابی کی راہ پر گامزن کرتا ہے ۔ جب بھی آدمی عقل کو راہنما قرار دیتا ہے تو وہ اسے راحت و رحمت سے ہمکنار کرتی ہے جیسے کہ حکیم شعراء ابوالعلاء معرّی نے کہا ہے:

انسان ایک ایسا تن ہے جو حد پذیر اور چھوٹا جسم نہیں ہے بلکہ اُس نے تمام عالم کو اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے۔ وہ تمام عالمین اور ہستی کا مجموعہ ہے۔

شیخ سماوی نے نفس کے بارے میں کہا ہے:

لکِ کالشّمسِ علی الکَون طُلوعٌ و اُفول

أنتِ نَفسُ الکونِ اِن صحَّ اتحادٌ و حُلول

اشرقَت فیکِ عُقولٌ مثلما ضلَّت عُقول

فیکِ یا نَفسُ کما فی الکونِ نورٌ و ظلام

انت حربٌ و سلامٌ و ھو حربٌ و سلام

کلما ساد نِظامٌ فیک ینذَکُّ نظام

اے نفس! تو خورشید کی مانند ہے نظام ہستی میں طلوع و غروب کرتا ہے. تو خود ایک جہاں ہے بشرط کہ اتحاد و حلول دُرست ہو ۔ عقول کی تابندگی تجھی سے ظاہر ہوتی ہے اور اگر راہ گم کردہ ہو تو گمراہی بھی تیرے ہی حصّہ میں آتی ہے تجھ میں نور و تاریکی وجود رکھتی ہے، تمھارے اندر جنگ و صلح دونوں کا مادہ موجود ہے جب

کوئی ایک قوت اعتدال سے ہٹ جاتی ہے تو پھر کوئی دوسری قوت اسے دبوچ کر پورا نظام درہم برہم کر کے رکھ دیتی ہے. انسان بزرگ ترین مخلوق پروردگار متعال زمین پر ہے۔ اسی بنا پر پیدائش میں حیرت انگیز آفرینش پر، اللہ تعالی کی بزرگ ترین آیات میں شمار ہوتا ہے اسی وجہ سے روایت ہوئی ہے: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔

۱۰۔ ناکامی فلسفہ مادی الحادو شکست کے بعد، دنیا کی آنکھیں دین کی طرف دیکھنے لگیں کہ اُن کو خداوند تک پہنچا دیتا ہے اور اُس کے ساتھ اُن کا رابطہ ہو جاتا ہے۔اس میدان میں آسمانی تین ادیان ہیں جو عبارت ہیں:

ا۔ مسیحیّت: وہ دین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی بشارت دی اور اس میں مسائل اور انسانی عادات، زمانہ کے دورہ خاص کے لئے ہے اس آئین کے نصائح انسان کی معنوی زندگی کا ضرور احاطہ کرتے ہیں مگر مادی زندگی کے پہلوؤں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دیتے. مسیحی روحانی اور پادریوں نے، مسیحیت کو بدنما اور بلا قانون و دستور پیش کیا۔ بدعتوں اور خرافات کا بہت اضافہ کر دیا، یہ بدعتیں اور خرافات اس طرح زیادہ ہوئیں کے یورپ کے معاشرے کو دین سے جدا ہونا پڑا اور گرجا اور کلیسا کے خلاف شورش پر اُتر آئے اور اس طرح کے سیاست، دین پر حاوی ہوگئی اور بالآخر دین کو سیاست سے جدا کر دیا۔

جو بھی وجہ ہو، مسیحّیت بدعتوں اور ناشائستہ کاموں کے بھنور میں غرق ہوگئی۔ نہ اس میں انسانی زندگی گذارنے کا راستہ ہے، نہ ہی کوئی مرتب قانونی وآئینی نظام اوراسی وجہ سے اس کے پیروکار اس سے ہٹ چکے ہیں اوراپنے دین سے برگشتہ ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب ''بحوث عقائدیہ'' میں دین مسیحی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

۲۔ دین یہود: دین پیغمبر خدا موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہے ۔ کہ اُن کے بارے میں قرآن مجید میں بہت ذکر کیا گیا ہے۔ اب یہ دین زندگی معنوی انسانی کو چشم عنایت سے نہیں دیکھتا بلکہ صرف مادی پہلو پر توجہ رکھتا ہے اور حصول ثروت کے لئے مکر وفریب، گمراہی کا جو بھی راستہ ہو اُس کے بارے میں کسی قید کا قائل نہیں ہے۔ یہ تمام ناجائز طریقے اور وسائل، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے گئے احکام سے نہیں لئے گئے بلکہ ان کو گمراہوں اور مخالفوں نے اِس آئین میں شامل کیا ہے اور خداوند کی ہیبت سے بھی اُن کو ڈر نہیں ہے صھیونیت جہانی، ناحق انسانوں کو قتل کرنے، جس کو خداوند نے حرام قرار دیا ہے، مباح جانتے ہیں اور فلسطین میں، گھروں کو مع ساکنین ویران کر رہے ہیں اور دنیا بھر کے قوانین جو ظلم وستم کے خلاف ہیں اُسے جائز جانتے ہیں اور ہر طرح کے جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

یہ طے ہے کہ آئین یہود، اس بات کی شائستگی نہیں رکھتا کہ اس کو بنیاد بنا کر انسانوں کے لئے کوئی خیر وفلاح کا نظام مرتب کیا جا سکے۔

۳۔اسلام: اسلام خداوندمتعال کا دین ہے کہ اس کو اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتارا اور یہ وہی اہم آئین ہے جو انسانی زندگی کے معنوی اور مادی پہلوؤں پر محیط ہے اور اپنے قوانین کے کسی بند پر فشار، رکاوٹ اور زیان نہیں رکھتا اس کے تمام قوانین، منطق کے ساتھ، فطرت سے ہم آہنگ اور نظام ہستی کے ساتھ ہم شباہت وسازگار ہیں۔انسانی زندگی اور اس کی حاجتوں اور نیک میل و رغبت کے ساتھ مکمل ہم آہنگ ہے اور آدمی کو دعوت دیتا ہے تا کہ پروردگار یعنی خالق نظام ہستی پر حقیقی ایمان لائے۔ کائنات کی تمام تبدیلیاں اور تحولات خواہ حسّی ہوں یا عملی ان کا مبداء ومعاد اُسی کی ذات ہے۔

اسلام وہ دین ہے کہ پروردگار متعال نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے اس کے علاوہ کوئی دین، انسانی زندگی کے پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی شائستگی نہیں رکھتا۔اسی موضوع کو اس کتاب میں محققانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

قوانین اسلام، حقوق بشر کو اس میدان میں روشن کرتا ہے۔

۱۱۔آج صلیبی طاقتیں استعمار کی حمایت کیساتھ اپنی گمراہ کرنے والی افواہوں سے ٹیلی ویژن پروگرام، فضائی سیاروں کے ذریعے اور دیگر نشریات اور دوسرے

تبلیغاتی انجمنوں سے پھیلا رہی ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی دعوت دیتا ہے اور انسانوں کی ناحق ہلاکتوں کی حمایت کرتا ہے یہ ایسی آواز ہے کہ استعماری حکومتیں اوران کے آلہ کار اپنی زبان پر لے کر آتے ہیں۔لیکن مجھے یقین ہے وہ خود بھی ، اپنی دل کی گہرائیوں سے اس بات پر یقین نہیں رکھتے اور اس کو اپنے مخصوص ایجنڈے سے، جو پذیرائی اسلام کو تمام نقاط جہان میں حاصل ہورہی ہے اسکے آگے بند باندھنے کی ناکام کوشش کرر ہے ہیں۔وہ نہیں سمجھتے کہ اسلام،اللہ تعالیٰ کی جانب سے براساس حقیقت نازل ہواہے، پھیلا ہے۔اب کسی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے کہ اس آئین کو قبول نہ کریں اوراس پرایمان نہ لائیں، اسلام ہی صرف وہ دین ہے کہ زمانے کے ہمراہ اور زندگی کے مختلف شعبوں میں مناسب ہےاور ساتھ دیتا ہے۔

اسلام کیونکر دہشت گردی سے متّہم ہوا، جب کہ یہ دین آرام وصلح ودوستی ومحبت والا ہے۔ امنیت وصلح کے پھیلاؤ والا ہےاوراپنے درمیان سے کشمکش کو دُور،اور ناآرامی کو تمام دُنیا سے ختم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے پرزور دیتا ہے۔

استعمار،اسلام کے علاوہ کسی سے خوف زدہ نہیں کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ یہی وہ دین ہے جوناتوان اقوام کی ثروت کی لوٹ ماراوراستحصال کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

۱۲۔ مجھے اس کتاب کی تالیف پر جناب آقای سید عادل یاسری نے آمادہ کیا جو تیس سال سے زیادہ امریکہ میں گذار چکے ہیں اور مجھ سے تقاضا کیا کہ اُن قوانین کے بارے میں جو اسلام نے اہل بیت علیہم السلام کی رہبری میں حقوق بشر کے سلسلے میں وضع کیئے ہیں، کے بارے میں کتاب تشکیل دی جائے صلیبی اور پھر صھیونیت نے اسلام پر جس یلغار کا آغاز کیا ہے، اس کا جواب دیا جا سکے اور امریکہ میں شائع کریں، میں نے اُن کی درخواست کو قبول کیا اور اس کتاب کو تالیف کیا۔

اس کتاب میں جن خاص عنوانات کی جانب توجہ دی گئی ہے۔ان میں سے ایک اعلانیہ واطلاعیہ جہانی حقوق بشر کے بارے میں ہے، جو فرانس میں وضع کیا گیا ہے۔اور اقوام متحدہ کے ادارے نے بھی اُس کو قبول کیا ہے۔ ہم نے جائزہ لیا ہے مغربی حکومتوں ہی نے اس عہد نامہ کی وقعت پائمال کردی اور کہیں بھی اس پر عمل درآمد نظر نہیں آتا ۔ لیکن اس کتاب کے دوسرے حصّے اور عنوان میں اُن قوانین کی بات کی ہے کہ آئین اسلام نے جو حقوق بشر کے لئے وضع کیئے ہیں۔ یہ قوانین زیادہ ہمہ گیر، باریک بینی اور گہری نفسیاتی گرہوں کے مطابق تیار کیئے گئے ہیں جو جہانی اعلامیہ میں کم نظر آتا ہے جو قوانین پیش کیئے گئے ہیں وہ زیادہ تر پُر اثر اور بلند معیار ہیں کیونکہ شریعت اسلامی نے عمومی انسانی معاشرے کے

لئے وضع کئے ہیں۔

اس کتاب کے تیسرے حصّے میں، اسلامی برادری کے حقوق کو بیان کیا ہے۔ یگانگی اور اتحاد فضاء کی پیدا کرتے ہوئے اختلاف وتفرقہ کو دور کرنے میں مددگار ہیں۔

کتاب کا آخری حصّہ اُن حقوق خصوصی کی نشاندہی کرتا ہے کہ آئین اسلام نے جامعہ اسلامی کے بعض حصّوں کے لئے وضع کیا ہے۔ اور میں آرزو کرتا ہوں کہ قاری حضرات اس سے بہرہ مند ہوں گے، اور یہ حصہ، ہرزاویہ سے اس موضوع کا احاطہ کرتا ہے اور اسے حرف آخر کہا جا سکتا ہے ۔اس سے پہلے کہ اس مقدمہ کو ختم کروں، اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ اپنا بہت شکریہ دانشمند بزرگوار جناب سید علی فرزند آیۃ اللہ سید طاہر سلمان کی خدمت میں کروں کہ کتاب ، حیاۃ المحر ر الاعظم الرسول الاکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشاعت کے ساتھ۔۔۔۔اِس کتاب کو طبع کرنے کا بھی باراُٹھایا، ہم بارگاہ پروردگار میں اُن کے لئے بہترین اجر وصلہ کے طلبگار ہیں۔

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق

کتاب خانہ عمومی امام حسن علیہ السلام نجف اشرف

باقر شریف القرشی

اعلانیہ جہانی حقوق بشر

حقوق بشر دنیا کے تمام بسنے والوں کے لئے اہم ترین مسئلہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اقوام عالم نے جنگی جرائم میں ملوث اور حقوق بشر پائمال کرنے والوں کے لئے بین الاقوامی عدالت کے قیام کو اولین ترجیح دی جن میں بڑے بااثر افراد جیسے صدر، وزیر، اعلیٰ فوجی افسران اور اہل مناصب کو حاضر کیا گیا، انسانی شرافت وکرامت کو اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔ یہ واقعاً ایک قابل تحسین وآفرین اقدام تھا اور بعض ممالک کی حکومتیں نے بھی اسے سراہا۔

اور بعض ایسے ممالک بھی تھے جو کہ کرامت بشر اور اُن کے زندہ رہنے کے حق کے اہمیت کے قائل نہیں تھے، اس لئے اُس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ مارکس بھی انہی افراد میں سے ایک تھا جس نے کہا '' حقوق بشر، ایک خیال بور ژوازی(۱) (سرمایہ داری) ہے اور فرد، حقوق نہیں رکھتا(۲)

۔۱۔ کارل مارکس ''بورژوازی'' اصطلاح کو سرمایہ داروں کیلئے استعمال کیا ہے۔

۔۲۔ حقوق الانسان موریس کرانسٹون، ۹۔

لیکن هیگل نے کہا ''بین الاقوامی حقوق افراد کے لئے نہیں ہیں بلکہ اجتماعی طور پر تمام انسانوں کے لئے ہیں'' (۱) بہ ہر عنوان، اس سے پہلے کہ اعلانیہ حقوق بشر کو ہم پیش کریں ، لازمی ہے بعض موضوعات کی طرف ہم اشارہ کریں کہ وہ اس سے متعلق ہیں۔

یورپ کے حالات

جدید ترقی کے دور سے پہلے پورا یورپ رنج وغم اور ناگوار واقعات سے بھرا پڑا تھا۔ ظلم وستم، فریب کاریاں اور اجتماعی نقصانات، عوامی زندگیوں پر غالب ہو چکے تھے اور حکومت صرف اپنے ہی رنگ میں رنگی ہوئی تھی ، عوام کے لئے انصاف وآرام کا وہاں نام ونشان نہ تھا۔

حکومت کی باگ ڈور جن ہاتھوں میں تھی انھیں افراد قوم سے کوئی سروکار نہ تھا تمام عہدے دار اور قانون نافذ کرنے والے ، اپنی صلاحیت صرف اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے تھے اور قانون بھی حاکم کے ہاتھ میں تھا ۔لوئی چہاردہم نے کہا: ''میں خود حکومت ہوں''

حکومت کے تمام کل پرزے اپنی تمام طاقت اور توانائی کے ساتھ اسکی شخصیت میں جلوہ گر تھے ورعوام کا اُس میں کوئی ارادہ واختیار نہ تھا۔فوج کو میدان قتال

۱۔حقوق الانسان موریس کرانسٹون،۹۔

میں روانہ کرنا ہو یا اعلان جنگ سب کچھ اُس کے ہاتھ میں تھا۔لوگوں کا وظیفہ صرف فرمانبرداری اور گردن جھکانا تھا۔

برطانیہ کا معزول بادشاہ رچرڈ ، اپنی ملت کے حقوق کو کم اہمیت دینے کے بارے میں یوں تعبیر کرتا ہے: قانون میرے منہ میں ہے اور بہت سے راز میرے سینے میں پنہاں ہیں(۱) قانون رچرڈ بادشاہ کے منہ اور سینے میں موجود ہیں ، کسی میں جرائت نہیں ہے کے اُس کے سامنے، اس کی خواہش اور رغبت کے خلاف آواز بلند کر سکے خواہ ان کی وجہ سے عوام تباہی و بربادی کے غار میں کیوں نا گر جائیں۔۔۔

اس زمانے میں، یورپ کے حکمران، اپنی قوم کو، خدمت کار اور غلام سمجھتے تھے ان کے جان و مال میں تصرف کرنے کو اپنا حق جانتے ،عوام کی توہین یا کسی قسم کی جسمانی اذیت دیتے تو کوئی بھی اُن سے پوچھنے والا نہ تھا۔

جرمنی کا ویلہلم ۱۸۹۷ءکو اپنی تقریر میں ایسا ہی اعلان کرتا ہے۔

ویلہلم اوّل ، وسیع و عریض حکومت جسے دیانت کے ساتھ محفوظ رکھنا ہمارا فریضہ ہے، یہ خزانہ وہی سلطنت ہے کہ جو اللہ تعالی کی حمایت سے ہے ۔ ایسی حکمرانی جس کے لئے صرف وہ خداوند کے سامنے جوابدہ ہے کسی اور کے سامنے

۱۔الدستور البرطانیہ،ایرون الکسانڈر (ترجمہ محمد بدران)۳۹۔

نہیں، یہ سلطنت محکم ہے ایسی ذمہ داری کہ مجلس کے نمائندوں یا وزیر کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اُس سے حاکم کو محروم کر سکیں (۱)

پورے بیان سے خود پسندی آشکار ہے اور یہ کہ اس کے نزدیک افراد قوم کوئی قیمت نہیں رکھتے اور فطرتاً اور طبیعی ہے کہ یہ خود خواہی ، دوسرے کی آزادی کو ختم کرتی ہے۔فشار وستم عوام پر زیادہ غالب ہوتا ہے۔

اس قسم کے موضوعات سے واقف حضرات کہتے ہیں یورپی ممالک میں فرانس مشکلات سے دوچار اور مصیبت زدہ ترین ملک تھا ۔ سیاسی آزادی اور اجتماعی برابری اصلاً موجود نہ تھی، بالخصوص تمام ٹیکس حاکموں کے منشاء سے لاگو کئے جاتے تھے.مراعات یافتہ طبقہ ہر طرح کے عیش وآرام سے بہرہ ور تھا لیکن اکثریت ان سے محروم تھی ۔ یہ طبقات جو درج ذیل طبقات ممتاز تھے اور انھیں ہر طرح کی مراعات حاصل تھیں۔

۱۔امیر زادے۔

۲۔گرجا گھروں کے پادری۔

۳۔قانون نافذ کرنے والے محکمے۔

۴۔افرادی محنت کنٹرول کرنے والے محکمے۔۔۔۔۔

۱۔النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۶۰۔

ان طبقہ بندیوں اور بے جا امتیازات نے لوگوں کے دلوں میں حکومت کے خلاف ہیجان ونفرت پیدا کی اور حکومت بھی، جو غریبوں کو حکومتی بلند منصب جیسے فوج کے سردار، کلیسا وقضاوت و۔۔۔جیسے عہدوں سے محروم رکھے ہوئے تھے۔ (۱) بلکہ اجتماعی عدالت خواہوں کو زندانوں میں ڈال رکھا تھا۔ اُس زمانہ میں ظلم و ستم کی فضا یورپ میں ہر جگہ دیکھنے کو ملتی تھی بالخصوص فرانس پر غالب آچکی تھی۔

انقلاب فرانس

بالآخر فرانس میں ایک خوفناک انقلاب نے ظالم حاکموں کا صفایا کر دیا فرانس کے عوام نے ۱۷ جون ۱۷۸۹ء میں انقلاب برپا کر دیا۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ ٹیکس کے مروجہ نظام کو یکسر ختم کیا جائے اور پھر احتجاج کا سلسلہ شہر بہ شہر پھیلتا چلا گیا جو نظام کے ختم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ حکمرانوں نے مظاہرے کرنے والوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور اپنی توپوں اور بندوقوں کو، انقلابیوں پر کھول دیا لیکن کامیابی حاصل نہ کر سکے کیونکہ فرانس کے عوام حکومت کی سرنگونی کے لئے مصمم تھے۔ بہت ہی وحشتناک لڑائی کے بعد حکومت فرانس کو، مظاہرین ہٹانے میں کامیاب ہو گئے۔

انقلاب کے دوران فرانس کے لوگوں نے مجرمانہ کاروائیاں بھی انجام دیں جیسے

۱۔ تاریخ اروبا فی العصر الحدیث، ج۱، ل فقرہ ۵، ۶

قتل وغارت اور تجارتی مراکز کو آگ لگانا۔۔اس قدر بُرے حالات پیدا کئے جو بیان کرنے کے لائق نہیں ہیں۔اس بارے میں سینکڑوں کتابیں تالیف کی جا چکی ہیں جو اس مشہور اور حیرتناک انقلاب کے واقعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہیں(۱)

اعلانیہ حقوق بشر

اعلامیہ حقوق بشر، انسانوں کے وحشتناک قتل وغارت کے بطن سے برآمد ہوا جبکہ فرانس کی تحریک پورے زوروشور چل رہی تھی۔۲۶، اگست ۱۷۸۹ء ،کوقومی اسمبلی نے یہ مسودہ تیار کیا۔

اُنھوں نے دیکھا کہ تمام مصیبتیں اور ناگوار واقعات ایک ہی مرکز کی جانب لوٹتے ہیں اور وہ یہ ہے، حاکم اور عہدے دار حقوق بشر سے آگاہ نہیں ہیں یا خود کو ناآگاہ رکھنا چاہتے ہیں۔

اسمبلی نے ،اطلاعیہ عمومی ،لوگوں کے لئے جاری کیا تاکہ عوامی خواہشات کے مطابق فرانس کے دانش منداور پڑھے لکھے افراد قانون دان شرکت کر کے ایک جامع چارٹر تیار کریں۔

ہم پورے یقین اور وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آئین اسلام میں حقوق بشر کی

۱۔النظام السیاسی فی الاسلام۔۱۹۴۔۱۹۵۔

اساس و بنیاد صدیوں پہلے سے موجود ہے۔

اوراس قانون میں انفرادی اوراجتماعی زندگی دونوں کے لئے اعلیٰ اور خالص فطرت سے مطابقت کے تحت حقوق وضع کئے گئے ہیں کہ کوئی بھی قانون دان اس طرح کے اہم ترین قوانین کو وضع کرنے میں ناتوان ہے کہ اسلامی قانون کی برابری کر سکے۔آئندہ کے صفحات پراس موضوع کوہم مزید واضح کریں گے.

اقوام متحدہ کے حقوق بشر کے چارٹر کے اہم ترین نکات کچھ اس طرح ہیں :

مادہ نمبرا۔ عام انسان اس دُنیا میں آزاد آتے ہیں اور از لحاظ حیثیت وحقوق ایک دوسرے کے برابر ہیں اور سب عقل ووجدان رکھنے والے ہیں لہذا لازم ہے آپس میں بھائی بن کر رہیں۔

مادہ نمبر۲۔ ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ بلا فرق رنگ ونسل وجنس، زبان،عقیدہ سیاسی یا جو بھی عقیدہ مذہبی رکھتا ہو، قومیت، اجتماعی وضع۔دولت وثروت تمام حقوق سے استفادہ کرسکتا ہے ان کے علاوہ اُن میں کسی قسم کی تفریق عمل میں نہیں لائی جائے گی جو علاقہ،سیاسی وابستگی یا رنگ ونسل کی بنیاد پر ہو۔چاہے یہ ملک مستقل ہو یا کسی کے زیراثر ہو یا غیر خودمختار ہو اور یا اُس کی حاکمیت محدود شکل میں ہو۔

مادہ نمبر۳: ہر انسان کو آزادی اور امن واطمینان کے ساتھ جینے کا بنیادی حق

ہے۔

مادہ نمبر ۴: کوئی بھی کسی کو غلام نہیں بنا سکتا۔ اور غلاموں کی خرید و فروخت کسی بھی شکل میں ہو ممنوع ہے۔

مادہ نمبر ۵۔ کسی کو جسمانی ایذا نہیں دی جا سکتی نہ ہی ظالمانہ یا خلاف انسانیت سلوک کیا جا سکتا ہے اور ہر ایک کی عزت و آبرو بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

مادہ نمبر ۶: ہر انسان کے بنیادی حقوق ہیں جو اُسے دنیا میں ہر جگہ قانونی طور پر حاصل ہیں۔

مادہ نمبر ۷: سب کے سب قانون کے سامنے برابر اور مساوی ہیں۔ اس میں کوئی بھی تفریق نہیں کی جا سکتی۔ یہ سب کا حق ہے کہ ہر تفریق کے مقابل کہ جو اعلانیہ کے خلاف ہو صدائے احتجاج بلند کرے اور بطور یکساں، حمایت قانون سے بہرہ مند ہو۔

مادہ نمبر ۸: کوئی بھی عمل یا قانون جو بنیادی حقوق سے متصادم ہو اس کے خلاف مناسب طور پر صدائے احتجاج بلند کرے اور متعلقہ حکام سے رجوع کر کے اس کی اصلاح کرائے۔

مادہ نمبر ۹: کسی کو بھی بلا قانون گرفتار، حبس یا ملک بدر کرنا نہیں کر سکتے۔

مادہ نمبر ۱۰: کوئی بھی کسی کی ذاتی زندگی، خاندانی اُمور، محل اقامت یا مکاتبات

میں مداخلت نہیں کر سکتا ۔ کسی کی شرافت، نام یا اُس کے رُسوم پر حملہ کی صورت میں اسے قانون کے تحت چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

مادہ نمبر۱۱: ہر کوئی حق رکھتا ہے کہ ملک کے اندر آزادی سے آجا سکتا ہے۔ اپنے رہنے کی جگہ کو پسند کرے اور ہر کوئی جب چاہے کسی بھی ملک سے دوسری جگہ یا واپس اپنے ملک پلٹ جائے۔

مادہ نمبر۱۲: اگر کسی شخص کو جانی و مالی خطرات لاحق ہوں تو وہ نقل مکان کر کے دوسرے ملکوں میں سیاسی پناہ لے سکتا ہے۔

مادہ نمبر۱۳: ہر کوئی انفرادی یا شراکت کے ساتھ حق مالکیت رکھتا ہے۔اور کوئی بھی اُس کو اُس کے حقِ مالکیت سے محروم نہیں کر سکتا۔

مادہ نمبر۱۴: ہر کوئی اپنا یا نظریہ رکھنے اور اس کے اظہار میں آزاد ہے۔اُس کو نیز یہ عقائد رکھنے پر کسی طرح کا خوف و خطر نہیں ہونا چاہیے کہ اُس کے لئے مشکلات پیدا کر دے۔

مادہ نمبر۱۵: ہر کوئی حق رکھتا ہے کہ اپنے ملک کے مفاد عامہ کے اداروں (حکومت) چاہے بطور مستقیم یا بوسیلہ نمائندگان جو آزادی سے منتخب کیئے گئے ہوں، شرکت کرے۔

مادہ نمبر۱۶: اپنے ملک میں عمومی ملازمت یا کاروبار کی ہر شخص کو مکمل آزادی

ہے۔

مادہ نمبر ۱۷: حکومت کا آئین اور دستور عوامی خواہشات کے مطابق ہوگا۔

مادہ نمبر ۱۸: ہر شخص کا حق ہے کہ افراد کی فطری ذمہ داریوں سے فائدہ حاصل کرے اور اپنے اقتصادی، اجتماعی، تربیتی اور علمی حقوق جس قدر اس کیلئے لازم ہوں حاصل کرے ۔ ان مسلّم حقوق کے حصول میں مدد کرنا قوم اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔

مادہ نمبر ۱۹: ہر کوئی حق رکھتا ہے کہ اپنے کام کو آزادی سے انتخاب کرے۔ کام منصفانہ شرائط و رضایت مندی کے ساتھ ہو اور اگر بیکاری ہو تو اس کی (کام کے لئے) مدد کی جائے۔

مادہ نمبر ۲۰: سب حق رکھتے ہیں کہ بلا تفریق و امتیاز، کام کے عوض، اُجرت حاصل کریں۔

مادہ نمبر ۲۱: جو کوئی کام کرے وہ حق رکھتا ہے، منصفانہ اور رضایت بخش اُجرت لے تا کہ اس کی اور اس کے خاندان کی زندگی کی بنیادی ضرورت بقدر کافی پوری ہو سکیں اور اس کی بصورت لزوم مدد اور ہر نوع وسائل دیگر سے حمایت کامل کریں

مادہ نمبر ۲۲: ہر ایک کو یہ حق حاصل ہے کہ زندگانی کی سطح پر، سلامتی و رفاہ اپنی اور خاندان کو خوراک و سکونت کیلئے مکان اور میڈیکل کی سہولیات حاصل کرے

اوراسی طرح حق رکھتا ہے کہ بیکاری، بیماری، نقص اعضاء، بیوگی، بڑھاپا اور دوسرے موارد کہ جس کی بنا پر معاشی وسائل ختم ہو چکے ہوں تو اُن کی آبرومندانہ طریقہ سے زندگی گذارنے کے لئے امکانات فراہم کئے جائیں۔

مادہ نمبر۲۳: ہرانسان تعلیم وتربیت کے حصول کا حق رکھتا ہے۔تعلیم ضروری و لازمی ہے کہ مفت دی جائے۔ابتدائی تعلیم (پرائمری) لازمی ہوگی۔

مادہ نمبر۲۴: تعلیم وتربیت اس انداز سے دی جائے کہ انسان کے اعلیٰ ترین مدارک ومراتب کے حصول میں مددگار ہو.تعلیم وتربیت لازمی طور پر جذبہ مفاہمت درگذر،احترام بہ عقائد مخالف، دوستی وتعلقات میں وسعت کوفروغ دے سکے اوراسی طرح مختلف اقوام وملل کے درمیان صلح وہم آہنگی برقرار رکھنے میں مدد دے

مادہ نمبر۲۵: معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ ہر فرد کوشخصیت سازی وتکامل کے سامان فراہم کرے۔

مادہ نمبر۲۶: ہرانسان اپنے حق کے حصول اورآزادی سے استفادہ کرسکتا ہے البتہ ایک دستوراورقانون کے تحت جس میں اجتماعی نظام ورفاہ عامہ کی ضمانت دی گئی ہواوراقوام متحدہ کی وضع کردہ رہنما اصولوں کے مطابق ہو۔

مادہ نمبر۲۷: کسی کوحق حاصل نہیں کہ درج بالا نکات میں سے کسی بھی نکتہ کی اس طرح تشریح وتغیر کرے جواس کی اصل روح کے منافی ہو یاایسا کرنے

کے لئے ،راہ ہموار کرنے کے مترادف ہو(۱)

آئین اسلام اُس زمانے سے جب خود اُس کا آفتاب طلوع ہوا اُن میں سے اکثر حقوق کو قبول کرتے ہوئے مسلمانوں کی زندگی اجتماعی میں اس کا اجراء کیا ہے. بالخصوص حکومت امیر المومنین علی علیہ السلام کے عہد زرّین میں عدالت اجتماعی اور حقوق بشر کی پاسبانی پورے طریقے سے کی گئی۔

اکثر مغربی حکومتوں نے اس اعلامیہ کی بعض شقوں کو یکسر نظر انداز کیا اور اپنے سیاسی مخالفین پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی ہیں کبھی زندان میں تو کبھی نقل و حرکت پر پابندی یا ممنوع الخروج قرار دے دیا یا انھیں اپنے گھروں میں محصور کر دیا وہاں کے انتظامی محکمے ان تمام حرکات کو ظلم وستم ہی نہیں سمجھتے بلکہ بعض اوقات اذیت دے کر اپنے مطلب کے بیان بھی قیدیوں سے حاصل کر لیتے ہیں اور اس طرح اقوام متحدہ کا چارٹر محض کاغذ کا ایک پرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔

مادہ نمبر۵۔کسی کو بھی جسمانی اذیت نہیں دے سکتے یا اس کی عزت وآبرو کی توہین نہیں کی جاسکتی۔

مادہ نمبر۹۔کسی کو بلا قانونی وجہ کے قید،حبس یا شہر بدر نہیں کیا جاسکتا۔

مادہ نمبر۱۰۔کسی کی ذاتی زندگی،خاندانی اُمور،خانہ وکاشانہ یا مکاتبات،مورد

۱۔ تاریخ اعلان حقوق الانسان ا للیبرالیّہ . تعریب د . محمد مندور ، منشورات الجامعة العربیه۔

مداخلت قرار نہیں دیئے جا سکتے اور نہ ہی کسی کی شرافت، اسم اور اس کے رسوم پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔

نسلی تفریق

اعلامیہ حقوق بشر میں، انسانوں کے درمیان رنگ و نسل کی تفریق کو ختم کرنے کے لئے کوشش کی گئی ہے، تاکید کی گئی ہے کہ عام انسان ہر طرح کی تفریق کے بغیر، حقوق اور آزادی میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ یہ موضوع اس اعلامیہ مادہ اول و دوم میں درج، شرح کے ساتھ آیا ہے:۔

مادہ اول: تمام افراد بشر، دنیا میں آزاد آئے ہیں اور از لحاظ حیثیت و حقوق آپس میں برابر ہیں۔

مادہ دوم: ہر شخص کا بنیادی حق ہے کہ ہر طرح کی تمیز کے بغیر بالخصوص از لحاظ رنگ و نسل، جنس یا زبان ۔۔۔۔ان شقوں کی، یورپ کی عمومی زندگی میں کوئی بھی پابندی دیکھنے کو نہیں ملتی کیونکہ یورپ نے نسلی تفریق کا عزم کر رکھا ہے اور اس کو آشکار، اپنی واقعی زندگی میں اجراء کرتے ہیں۔

امریکہ کے گورے حضرات اس ملک کے سیاہ فام لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ گرجا گھر، قبرستان، ہوٹل، ریل گاڑیوں، مدرسے اور ان کے محلّے ایک دوسرے سے جدا ہے۔ ڈاکٹر حضرات بھی نئی ایجاد شدہ دواؤں کے تجربات

یا نئے آپریشنز کو کالے لوگوں پر آزماتے تھے لیکن امریکہ نے ۱۹۵۴ء میں بین الاقوامی دباؤ کی بنا پر، اس فرق کو لغو کر دیا۔

اُس زمانہ میں سفید پوست امریکیوں نے، سیاہ پوست امریکیوں کو اتنا ذلیل کر رکھا تھا کہ اگر کوئی بوڑھی خاتون بس میں بیٹھی ہوئی ہوتی اور اس اثناء میں کوئی جوان سفید پوست امریکی آجاتی تو بوڑھی خاتون لازمی طور پر کھڑی ہو جاتی تھی اور اُس جوان کو اپنی جگہ دے دیتی تھی۔

کینڈی صدرِ امریکہ، حقوق بشر کے حق میں اس طرح اظہار کرتا ہے: اعداد و شمار کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں آج جو سیاہ پوست بچے پیدا ہوتے ہیں، وہ ہائی سکولز کی سطح تک، سفید پوست بچوں کے نصف حصہ رکھتے ہیں اور مناسب روزگار پیدا کرنے کے لئے اُن کے اختیار میں ، یک تہائی امکان ہے(۱)

حقوق بشر کے بارے میں نہ صرف امریکہ، بلکہ مغربی ممالک کا رکارڈ بھی اچھا نہیں وہاں بھی یہ حقوق پائمال ہوئے ہیں۔۔۔ اُجرت میں نابرابری ایک ہی کام کیلئے کالے اور گورے لوگوں میں اُجرت کا واضح فرق موجود ہے نسلی امتیاز کی ایک مثال یہ ہے کی نمیبیا میں سفید پوستوں کی اوسطاً آمدنی اُن کے کام کے

۱۔ العدالة الاجتماعية فی الاسلام ، ۳۵، ۳۶۔

مطابق ''۲۰۰۰'' لیرہ ہے اور سیاہ پوستوں کی اوسطاً آمدنی اُسی کام کے لئے صرف ''۹۰'' لیرہ ہے۔ سفید پوست پُرتعیش آسائش اور رفاہ کی زندگی بسر کرتے ہیں جبکہ سیاہ پوست تنگدستی کے ساتھ گذارا کرتے ہیں (۱)

محل سکونت کا انتخاب

یہ نسلی امتیاز کی واضح علامتوں میں سے ہے کہ جہاں انسانی کرامت پائمال ہوتی ہے۔ سیاہ پوست انتخاب محل سکونت میں بھی آزاد نہیں ہیں کیونکہ اُن کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ سفید پوستوں (۲) کے مناطق میں سکونت اختیار کرسکیں جبکہ اعلانیہ حقوق بشر کے مادہ نمبر ۱۱، میں باصراحت کہا گیا ہے کہ انسان محل انتخاب سکونت میں آزادی کے ساتھ اپنے میل ورغبت کو پیش نظر رکھ سکتا ہے مگر یہاں بھی تعصب وتفریق موجود ہے۔ پس کہاں ہیں حقوق بشر؟

خواتین کی بے حرمتی

جیسا کہ تحریر کیا گیا ہے مغربی نظام میں صنف نازک کو ذلیل وخوار کیا گیا ہے۔ اُسے ایک جنس خرید وفروش میں تبدیل کردیا گیا ہے۔

سوئزرلینڈ، ڈنمارک وناروے میں جوان سال لڑکیوں کو کھلے عام بیچا جاتا ہے

۱۔ عدالت اجتماعیہ فی الاسلام ۲۵۱۔

۲۔ نیز

اور یورپ کے دیگر مما لک میں شوکیس میں عریاں خواتین کو بعنوان شوپیس رکھا (نامشروع عمل کے لئے) جاتا ہے۔پس کہاں ہے حقوق بشر؟

خاتون کو پستیوں کے دائرے میں دھکیل دیا گیا ہے جبکہ وہ انسانی معاشرے کی اصلاح کے لئے گرانقدر صنف ہے۔اور وہ یہ عظمت رکھتی ہے کہ انسان کو تمدن اور پیشرفت کی بلندیوں پر لے جائے.لازم ہے کہ اُس کو اِن پستیوں سے نجات دی جائے۔

ہر عہد کی عورت ایک نسل کی تربیت اور بہتر نگہداشت کی ذمہ دار ہے اور ضروری ہے کہ اپنی عفت، پاکیزگی اور شخصیت کی مکمل حفاظت کرے۔ضروری ہے اُسے پستیوں اور ہلاکتوں سے محفوظ رکھا جائے،اور مغربی تمدن کے پنجوں سے، اُس کی کرامت اور بلند کو محفوظ کیا جائے، ایک لقمہ نان کے لئے کارخانوں اور کارگاہوں میں،اس سے، سخت کام لئے جاتے ہیں۔آزادی حاصل کرسکے اسلام نے عورت کو معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور یہی قانون اگر عالمگیر سطح پر قبول کرلیا جائے تو عورت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتی ہے۔

حقوق بشر در پرتو اسلام

حقوق بشر، اسلام کے ابدی پیغام میں مرکزی جگہ رکھتے ہیں۔ اسلامی آئین و دستور کے تمام نکات میں بشری آزادی کی روح موجود ہے اقوام متحدہ کے چارٹر سے بہتر، برتر اور کامل تر ہیں نہ صرف یہ بلکہ اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں سیاسی و اقتصادی کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بلند ترین، عمیق ترین اور وسیع ترین نظام اُس کے لئے بنایا ہوا ہے جو فطرت انسانی کے کسی پہلو کو نظرانداز نہیں کرتا اور اپنے دامن میں پہلی مرتبہ انسانی خوش بختی کے اسباب لے کر آیا ہے۔ اور اُس کو تمام بحرانوں اور مشکلات سے جو زندگی کو تاریک و سیاہ کر دیتے ہیں، رہا کر دیتا ہے۔

کتاب الٰہی کی آیات کی روشنی میں، جو کچھ وہ عظمت انسان کے بارے میں کہتی ہیں، بیان کرتے ہیں:

وہ کلام مخلوق کے درمیان بلند ترین ہے اور اللہ کی جانب سے زندگی بخش ہے یہ حقوق بشر کے اساسی ترین پر مبنی ہے۔ نیز اس بارے میں چند روایات بھی بیان کرتے ہیں جو حقوق بشر کی اہمیت اجاگر کرتی ہیں۔ سرور کائنات رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، روحِ کی جلا اور علم کو، نسلوں کے لئے روشن اور ظاہر کیا ہے اور اُن حقوق کو بیان کرنے والے ہیں اور پھر شہر علم و دانش کا دروازہ اور آپؐ کے وصی، امام امیر المومنین علی علیہ السلام نے بھی جو کچھ اپنی سیرت، روش سے اور حبّ

نوع انسانی کے تحت انسانوں کو گمراہی وضلالت سے بچانے کے لئے کہا اور کیا، وہی سرمایہ بشری ہے، اسی لئے اُن کی آل طاہرین نے عدالت اجتماعی کے قیام اور انسانی شرافت وکرامت کے فروغ اور بقا کے لئے جس طرح شب وروز ایثار وقربانی واخلاص کی مثالیں قائم کیں وہ اپنی مثال آپ ہیں درج ذیل آیات و روایات ملاحظہ کیجئے:

عظمت انسان

حقوق بشر کا مادہ یکم جو بشر کی عظمت اور بلند مقام کو، نزد خداوند متعال بیان کرتا ہے، یہ موضوع مختلف مقامات پر آیات میں آیا ہے

۱۔ پروردگار عالم فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾(۱)

خداوند نے انسان کو خلق کیا اور نیک صفات وخصائل وفضائل کے ساتھ خلق کیا۔

۲۔ پروردگار عالم فرماتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَاراً وَ السَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ

۱۔ بے شک ہم نے فرزند آدم کو کرامت دی اُن کو خشکی اور سمندر کی سواریوں پر بٹھایا۔ اور پاکیزہ چیزوں سے اُن کو روزی دی اور اُن کو بہت سی مخلوقات پر آشکارانہ فضیلت دی ہے۔ سورہ الاسراء (۱۷) آیہ ۷۰

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (۱)

۳۔ پھر خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (۲)

اللہ تعالی نے انسان کو عقل کے ساتھ بہت سی مخلوقات پر برتری بخشی۔ اگر عقل نہ ہوتی تو انسان قابل ذکر ہی نہ ہوتا انسان کو عقل عطا کی گئی کہ وہ تلاطم زندگی سے بچ کر ساحل امن واطمینان پر لنگر انداز ہو۔

حکیم الشعراء معرّی کہتے ہیں حرکت کرنے میں اور کروٹ لینے میں بھی اس کی رحمت کی جانب ذہن ملتفت ہوتے ہیں۔

انسان اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے دوسری موجودات کو اپنے تصرف میں لے آتا ہے۔ سمندر کی گہرائیوں میں راستے بنالیتا ہے اور اس کے ذخائر کو نکال لیتا ہے معدن اور اسکے جواہر پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ فضاء میں پرواز کرتا ہے۔ اپنی آرزؤں کی سختیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے زمین کی تہوں کو شگافتہ کیا۔ پہاڑوں اور کرهٔ خاکی کے سمندروں کے نقشے بنالئے اور ان کے حرکت

۔۱۔ خدا (وہ) ہے کہ زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ اور آسمان کو عمارت بنایا۔ اور تمہاری شکلیں بنائی اور تمہاری شکلوں کو اچھا بنایا۔ اور پاکیزہ چیزوں سے تمہاری روزی دی، یہ ہی خدا، تمہارا رب ہے۔ بلند مرتبہ اور بابرکت ہے وہ جو پروردگار عالم ہے۔ (سورہ المومن، (۴۰) آیہ ۶۴

۔۲۔ بیشک انسان کو ہم نے احسن طریقے سے خلق کیا ہے۔ (سورہ تین، (۹۵) آیہ ۴

کے نظام کو سمجھا، تا کہ زلزلوں اور آتش فشانوں کی وجوہات سے پردہ اُٹھایا جائے اسی طرح فضائی میزائیلوں کو کام میں لایا گیا تا کہ قابل زندگی سیاروں کی تلاش کی جائے اور ان کو محل سکونت اور اپنی مقر گاہ قرار دی جائے اور یہ سیاروں کے کشف کرنے کے بعد ممکن ہوا ہے کہ جو قابل زندگی نہ تھے۔

یہ وہی انسان ہیں جنہیں پروردگار نے عقل سے متمائز کیا ہے اور عقل کو اس پر حجت قرار دے رکھا ہے تا کہ اس کی ہدایت سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے زندگی کی راہ طے کی جائے اور پستیوں جیسے خودخواہی، خود پسندی دوسروں کو کم تر جاننا ، تکبّر، ستم وتجاوز سے اپنا دامن بچا کے رکھے(۱)

۳۔ پروردگار عالم فرماتا ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الْأَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُواْ أَتَجْعَلُ فِیْهَا مَن یُفْسِدُ فِیْهَاوَیَسْفِکُ الدِّمَاء وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنِّیْ أَعْلَمُ مَالاَ تَعْلَمُونَ.وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلاَئِکَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِیْ بِأَسْمَاءِ هٰؤُلآءِ إِن کُنتُمْ صَادِقِیْن.قَالُواْ سُبْحَانَکَ لاَعِلْمَ لَنَا إِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا

۱۔الاسلام منہج مشرق للحیاۃ،۱۶

إِنَّکَ أَنتَ الْعَلِيُمُ الْحَکِيُمُ (۱)

جو انسان کارگاہ حیات میں آیا ہے یا آئے گا، زمین پر خلیفہ خداوند متعال ہے اس معنی میں کہ وہ رضایت پروردگار کے حصول کے لئے اعمال خیر اور حق کا قیام کرنے میں اور باطل کے نشان مٹانے کا ذمہ دار ہے۔ خداوند نے اپنے رسول اور بندے داؤد علیہ السلام سے، اپنے کلام میں فرمایا﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِيُفَةً فِیُ الْأَرْضِ فَاحْکُم بَيُنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَی فَيُضِلَّکَ عَن سَبِيُلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِيُنَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيُلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيُدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ.﴾(۲)

اللہ تعالی نے جناب داؤد (علیہ السلام) کو منتخب کیا اور ان کو زمین پر خلیفہ بنایا مظلوم چین وسکون حاصل کرسکیں خوف وخطر سے نجات مل جائے، ستم وتجاوز نہ ہو

۱۔ اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں (فرشتے) کہنے لگے، کیا اُس کو خلیفہ بنائیگا جو زمین پر فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ اور حال یہ ہے کہ ہم تیری ستائش نیکی سے کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔ فرمایا جو چیز میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور (خدا نے معانی) تمام نام کو آدم کو سکھائے، اس کے بعد اُن کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو ان کے نام بتادو۔ کہنے لگے تو پاک ہے، ہم تیرے عطا کردہ علم کے علاوہ کچھ اور نہیں جانتے تو ہی دانا اور حکیم ہے۔ بقرہ، (۲) آیہ ۳۰۔۳۲

۲۔ اے داؤد: ہم نے تمھیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ داوری اور فیصلے کرو۔ ہوائے نفس کی پیروی سے پرہیز کرو کہ راہ خدا سے گمراہ کردے گی۔ جو راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں۔ وہی ہیں جنہوں نے روز حساب کو فراموش کردیا اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ سورہ ص (۳۸) ۲۶۔

انسان کے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی زمین پر خالص عادلانہ نظام کا نفاذ ہو۔ یہ اتنی سنگین ذمہ داری ہے جسے آسمان، زمین اور پہاڑ اُٹھانے سے عاجزی کا اظہار کر چکے تھے ، انسان نے اس بوجھ کو اپنے دوش پر اُٹھا لیا حالانکہ وہ ستم گر اور نادان تھا۔ بے شک جنھوں نے امانت خداوند کو اپنے دوش پر اُٹھایا اور بہ احسن طریق اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے ، وہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں اور اجتماعی اصطلاحات کی دعوت و ذمہ داری بھی انہی کی ہے ۔ اُنھوں نے ، اپنے زمانے کے فرعونوں کے خلاف قیام کیا جو زمین پر فساد پھیلا رہے تھے۔ وہ لوگوں کا چین وسکون چھین چکے تھے اور انسانی کرامت کو پائمال کیا تھا۔ ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔

یہ اسلام میں حقوق بشر کا اولین نکتہ ہے کہ جس کی مثال کسی دین یا مکتب اجتماعی میں ممکن نہیں ہے

خون ریزی کا حرام ہونا

قانون اسلام میں حقوق بشر سے دوسرا نکتہ ناحق خون بہانے کے بارے میں ہے جو بہت سنگین جرم ہے اور گناہ شمار کیا جاتا ہے. قاتل کو نہ ختم ہونے والی دوزخ کی زندگی سے ڈرایا گیا ہے۔ قرآن وسنت میں اس بارے میں آیات میں ارشاد ہوا ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید کی آیات، قاتل کے دردناک انجام کی وعید دی گئی ہے از جملہ:

۔ا۔ پروردگار عالم نے فرمایا:

﴿ مِنْ أَجْلِ ذَلِکَ کَتَبْنَا عَلَی بَنِیْ إِسْرَآئِیْلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ أَوْفَسَادٍفِیْ الْأَرْضِ فَکَأَنَّمَاقَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً وَمَنْ أَحْیَاهَا فَکَأَنَّمَاأَحْیَاالنَّاسَ جَمِیْعاًوَلَقَدْ جاء تْهُمْ رُسُلُنَا بِالبَیِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ کَثِیْراً مِّنْهُم بَعْدَ ذَلِکَ فِیْ الْأَرْضِ لَمُسْرِفُون﴾(۱)

غور کریں کہ قرآن نے کس طرح ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل سے تعبیر کیا ہے کیا انسانوں کے قتل کرنے سے بزرگ کوئی اور جرم وجود رکھتا ہے؟

۔۲۔ پروردگار عالم نے فرمایا:

﴿وَمَن یَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِیْمًا﴾(۲)

۔ا۔ ہم نے بنی اسرائیل پر مقرر کیا کہ جو بھی کسی کو قصاص کے علاوہ قتل یا زمین پر فساد کرے، تو گویا وہ ایسے ہے جیسے کہ تمام انسانوں کو قتل کیا گیا ہے اور اگر کسی کی جان بچائی جائے وہ ایسے ہے کہ جیسے تمام انسانوں کو زندہ بچایا ہو۔ بالیقین ہمارے رسول واضح دلیل لے کر آئے اس کے باوجود، اُن میں سے زمین پر اسراف کرنے والے موجود ہیں۔ مائدہ (۵) آیہ۳۲۔

۔۲۔ جو بھی کسی مومن کو عمداً قتل کر دے اُس کا انجام دوزخ ہے وہ اُس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور خداوند اُس پر غضب ناک ہے اور اُس پر لعنت ہے اور اُس کے لئے بڑا عذاب آمادہ کیا ہوا ہے۔ سورہ نساء (۴) آیہ۹۳۔

قیامت کے دن، بدترین انجام ان لوگوں کے لئے، وہ آتش دوزخ ہے جو ہمیشہ رہے گی اور اس کا کوئی آخر نہیں ہے۔

۔۳۔ پروردگار عالم نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلَايَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِکَ يَلْقَ أَثَاماً .يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا﴾(۱)

خداوندمتعال نے گناہ قتل کو، شرک وزنا کے ساتھ رکھا ہے، یہ وہ گناہ ہیں کہ جن کا عذاب اُن کے ارتکاب پر دوگنا ہوگا۔ اور اُن کے ارتکاب کرنے والے آتشِ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

سنت نبویؐ کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلہ روایات میں ارتکاب قتل پر سخت مجازات کی بات کی گئی ہے، جن میں سے چند ذیل میں ہیں:

۔۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ بندہ جب تک کسی کا خون ناحق نہیں بہاتا تو وہ اپنے

۔۱۔ اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہیں پکارتے اور اُس کو کہ خداوند نے (اُن کے خون کو) حرام کیا ہوا ہے، ناحق قتل نہیں کرتے، زنا نہیں کرتے اور جو بھی ایسا کرے گا، وہ اپنی سزا کو ضرور دریافت کرے گا۔ روز قیامت اس کے لئے عذاب دو برابر ہوگا اور متواتر وہ اِس عذاب میں ذلیل وخوار رہے گا۔ فرقان (۲۵) آیہ ۶۸ و ۶۹۔

دین کے دائرے میں ہے (۱) ارتکاب قتل ایسا گناہ ہے جو مسلمان کو دائرہ دین سے باہر نکال دیتا ہے اور اس کو کفر کی تاریکیوں اور بے دینی میں گرادیتا ہے۔

۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی شاید ہر گناہ کو معاف کردے سوائے اس کافر کے جو کفر کی حالت میں مرجائے یا وہ جو عمداً کسی مومن کا قتل کرے(۱)

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر آسمانی یا زمینی مخلوق، مسلمانوں کے خون بہانے میں شریک ہوجائیں، تو خداوند اُن کو آتش جہنم میں گرادے گا (۲)

۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے اُس کے لئے توبہ کا دروازہ نہیں کھولا جو کسی مومن کو قتل کردیتا ہے(۳)

۶۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کے ساتھ شریک قرار دینا، آدم کشی، پدرو مادر کی نافرمانی، جھوٹی گواہی بزرگ ترین گناہ کبیرہ ہیں۔

۱۔مستدرک الوسائل، محدث نوری ۱۸/۴۶۰ (۲) سنن نسائی ۷/۸۲، سنن ترمذی ۲۰/۴۲۶، السنن الکبری، بیہقی ۸/۲۲، کنز العمال، متقی ہندی ۱۵/۱۹، بحار الانوار مجلسی ۷۵/۱۰۱۔ا۔سنن داؤد ۲/۳۰۷۔السنن الکبری، بیہقی ۸/۲۱۔مسند احمد بن حنبل، ۴/۹۹۔سنن نسائی ۷/۸۱۔کنز العمال متقی ھندی ۱۵/۲۰۔نیل الاوطار، شوکانی ۷/۴۴۔

۲۔فروع کافی کلینی ۷/۲۷۲۔

۳۔کنزل العمال، متقی ہندی ۱۵/۱۹۔شمارہ ۳۹۸۸۲۔

اِن کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے متعلق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے اور وصی پیغمبرؐ، آپؐ کے دروازہ علم و دانش امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے عہد نامۂ مالک اشترؓ میں فرمایا: پرہیز کرو خون سے اور اُس کے ناروا بہانے سے۔ آدمی کو اُس کے انجام تک نہیں پہچائے گا، گناہ کو بزرگ نہیں کرے گا، نعمت کو نہیں لے کر جائے گا اور رشتہ عمر کو ختم نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے بندوں کے درمیان جس چیز کے بارے انصاف کرے گا، وہ خون ہوگا کہ جو ایک دوسرے کا بہایا ہوگا۔ زمیں پر ناحق خون بہانا، آبادیوں کو ویران کر کے سماج میں فساد کا باعث بنتا ہے، اسی بنیاد پر اسلام نے، اسے سختی سے حرام جانا ہے۔

قصاص، جانوں کی حفاظت کرنا

قصاص یعنی قاتل کی جان لے لینا قتل عمد کو روکنے کے کئے اہم ترین راستوں میں سے ہے کیونکہ جب قاتل کو علم ہو کہ اُس سے قصاص لیا جائے گا تو وہ قتل جیسی جنایت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ قرآن مجید نے اِس موضوع کو ہمارے لئے صاف بیان کیا ہے ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالأُنثَى بِالأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ

مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ. وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾(۱)

زمانہ جاہلیت کی ایک ضرب المثل ہے: قتل ہی قتل کو روکتا ہے۔

احادیث شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نامۂ اعمال، تین طرح کے ہیں: ایک وہ جس میں خداوند، کوئی چیز نہیں بخشتا ۔ دوسرا وہ کہ خداوند کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ تیسرا وہ صحیفہ کہ خداونداس میں کسی قسم کی چھوٹ نہیں دے گا۔ وہ صحیفہ کہ اللہ تعالی کسی چیز کو معاف نہیں کرتا وہ اس کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

وہ صحیفہ کہ اللہ تعالی اس پر اعتنا نہیں کرتا، وہ ستم ہے کہ بندہ اپنے اور خداوند کے درمیان روا رکھتا ہے، جب روزہ ترک کرتا ہے یا نماز کو ترک کر دیتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور اس سے درگذر کرے اور وہ صحیفہ کہ خداوند اس سے کسی چیز کو نظر انداز نہیں کرتا وہ ستم ہیں جو بندے ایک دوسرے پر

۱۔ وہ جو ایمان لائے ہیں، تم پر مقتولین کے بارے میں (اُن کے حق میں) قصاص مقرر کیا گیا ہے: آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت البتہ اگر مقتول کے بھائی کی جانب سے (یعنی ولی مقتول) (از حق قصاص) اس سے درگذر کرے بطور پسندیدہ پیروی کریں اور (رعایت) احسان کے ساتھ (خون بہا کو) اس کو دیا جائے۔ یہ (حکم) تخفیف اور رحمت، تمہارے پروردگار سے ہے۔ پس کوئی، اس درگذر کے اندازے کے بعد اگر زیادتی کرے اس کو دردناک عذاب ہے ۔ اور اے عقل مندوں: تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے شاید تم متقی بن جاؤ۔ سورہ بقرہ، (۲) ۱۷۸ و ۱۷۹۔

روا رکھتے ہیں اس کا مداوا قصاص کے علاوہ نہیں ہے(۱)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اس لئے واجب کیا تا کہ شرک سے محفوظ رہے، اور نماز کو اس لئے تا کہ تکبّر سے محفوظ رہا جا سکے، زکوۃ کو اسلئے تا کہ رزق ملتا رہے، روزہ کو اسلئے تا کہ مخلوق کے خلوص کو دیکھا جائے ، حج کو اسلئے تا کہ دین دار ایک دوسرے کے نزدیک رہیں ، جہاد کو اس لئے تا کہ اسلام سرفراز اور مسلمان ارجمند رہیں، امر بالمعروف اسلئے تا کہ سب کی اصلاح ہو، نہی عن المنکر اس لئے تا کہ لاپرواہ لوگوں کو بُرے کاموں سے منع کیا جائے ، خاندان کے ساتھ میل جول رکھا جائے تا کہ ان کی شوکت و تعداد میں اضافہ ہو سکے، قصاص کو اس لئے تا کہ خون ناحق نہ بہایا جائے اور حد کو اس لئے تا کہ حرام کی بڑی بڑی خرابیوں کو دکھایا جا سکے(۲)

قصاص کا قانون، قتل وغارت کو ختم کر دیتا ہے اور گناہ و جرائم روکتا ہے۔

عبدالقادر عود نے کہا: قدیم زمانے سے لے کر حالیہ زمانے تک کوئی ایسا قانون نہیں ملتا جو قصاص کے قانون سے برتر ہو ۔ معاشرے کے امن وامان اور نظم کے لئے عادلانہ ترین قانون، قصاص ہے کیونکہ اگر مجرم کو یقین ہو کہ وہ جو بھی عمل کرے گا اس پر مجازات ہیں تو پھر وہ حتی الامکان جرم کا ارتکاب نہیں کرے گا

۱۔ مسند، احمد حنبل ،۶/۲۴۰. المستدرک عل الصحیحین،حاکم ، ۴/۵۷۵، کنز العمال ،متقی هندی ، ۴/۲۳۳، ش ۱۰۳۱۱.

۲۔نهج البلاغه ، کلمات قصار ، ش ۲۵۲ .

عام طور پر مجرم قتل وغارت پر اس لئے آمادہ ہوتے ہیں کہ انھیں اپنی زندگی کی بقاء اسی صورت میں نظر آتی ہے کہ دوسرے کو ختم کر دیں یا پھر غلبہ حاصل کرنا ، بے جا تسلط، دھونس ورعب قائم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس بنا پر اگر مجرم جان جالے کہ قتل کے بعد وہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ اگر وہ سمجھے کہ جو جنایت اس نے دوسرے پر روا رکھی ہے، تو کل کو وہ ہی اس پر بھی روا رکھی جائے گی، تو پھر وہ اس جرم کو کرنے سے باز رہے گا۔ اس بارے میں عملی مثالیں فراواں ہیں کہ ہر روز ہم اُن کے شاہد ہیں۔ مثلاً غصّے والا آدمی بہت تیزی سے شرّ پھیلانے لگ جاتا ہے، اگر وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے والا، اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ بدلہ لینے پر قادر ہے تو وہ اپنے جذبات پر قابو رکھے گا اور کسی قسم کا ردعمل ظاہر کرنے سے پہلے سوچنے پر مجبور ہوگا۔ ایک مسلح انسان سے کوئی چیز بھی اس کے جارحانہ رویہ نہیں روک سکتی ، اگر وہ دیکھے اس کا دشمن بھی اسی کی طرح مسلح ہے اور وہ سمجھتا ہو کہ مقابل بھی بھرپور وار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ اپنے جذبات کنٹرول کرنے کی کوشش کرے گا۔

کوئی پہلوان یا باکسر، اُس آدمی کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتے، اگر وہ جانتا ہو، اُس کی طاقت ومہارت اُس سے زیادہ ہے لیکن اُس کو جس کے بارے میں گمان ہو، اُس کی طاقت ومہارت ، اُس سے کمتر ہے، تو نہایت آسانی سے وہ اُس کو

اپنے مقابلہ میں بلائے گا، یہ ہی لوگوں کی عادت ہے۔ اسی بنا پر شریعت نے، قانونِ قصاص قرار دیا ہے۔ اور یہ سب انسانی فطرت اور مزاج کے عین مطابق ہے(۱)

قتادہ کہتے ہیں: اللہ نے کج فہموں اور کم عقل افراد یا جرائم پیشہ لوگوں کے لئے جو معاشرہ میں قتل و غارت پھیلانے پر آمادہ رہتے ہیں، کی روک تھام اور ان کے آگے بند باندھنے کے لئے قصاص کو نصیحت اور سرمایہ حیات قرار دیا ہے۔ اگر قصاص کا خوف نہ ہوتا تو وہ اِن خطرناک ارادوں پر عمل کر بیٹھتے لیکن خداوند نے راہ قصاص کے ذریعہ سے، تجاوز و تعدّی کو جو بعض، بعض پر کرتے ہیں منع کر رکھا ہے۔

خداوند متعال کبھی کسی امر کا حکم نہیں دیتا مگر یہ کہ وہ دنیا و آخرت کے لئے خیر و صلاح ہو۔ اور وہ ذات کبھی بھی کسی کو کسی کام سے نہیں روکتی مگر یہ کہ اُس سے جس سے دُنیا و دین میں تباہی ہو۔ اور خداوند، اُس عمل سے جو اُس کی مخلوق کی خیر و صلاح میں ہو، دانا تر ہے(۲)

سید محمد رضا اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

''وہ افراد جو ہوش مند اور معاملہ فہم ہیں اور اُمت کے فوائد سے واقف ہیں اُمور

۱۔التشریع الجنائی السلامی، عبدالقادر عودہ، ۱/۶۶۴ و ۶۶۵

۲۔تفسیر طبری ۲/۱۱۴

کو ذاتی یا انفرادی بنیاد پر نہیں بلکہ منافع عمومی کے طور پر دیکھتے بالخصوص اپنے ملک کے لئے دیکھتے ہوں، وہ یہ دیکھتے ہیں کہ قصاص عادلانہ اور برابری پر ہے، جس طرح کہ شریعت اسلام میں آیا ہے ۔ اصل ہے کہ اقوام وملت اور قبائل کو اِس قانون سے زندگی کی ضمانت ملتی ہے اور اُس کے ترک کرنے سے صد در صد، تباہ کاروں کو خون بہانے کے لئے جرأت بخشتی ہے، بعض مما لک میں جہاں قید و بند یا جسمانی مشقت کی سزاؤں کے نفاذ سے قتل وغارت گری کے جرائم میں کسی حد تک کمی واقع ہوئی ہو جیسے کہ یورپی مما لک میں انسانی ہمدردی کے دلفریب نعرہ کی بنیاد پر عوام کو قصاص ودیت کے قانون پر عملدرآمد سے روکا گیا ہے اس کے باوجود دنیا میں ایسے ملکوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جہاں لوگ اپنے خستہ حال گھروں سے جیل کی پر آسائش زندگی کو بہتر سمجھتے ہیں اور کوئی بھی جرم کرنے کو تیار ہیں کہ مفت کی روٹیاں جیل میں نصیب ہوں'' (١)

محقق کہتا ہے:

ایک بڑی سطحی اور کج فہمی کی بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قصاص کے ذریعہ کسی کی جان لینا شخصی حقوق وآزادی سے متصادم ہے جسے چھین لینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے (٢)

١۔ تفسیر المنار سید محمد رضا ١٢٤/٢

٢۔ القصاص فی الاسلام، ١٠٠

کسی انسان کی جان وزندگی ضمانت صرف اسی طریقے سے دی جاسکتی ہے کہ قانونِ قصاص کولاگوکر دیا جائے تا کہ قتل وغارت جیسے بھیانک جرم کے ارتکاب سے پہلے مجرم سوچنے پر مجبور ہو کہ نتیجے میں اس کی جان بھی محفوظ نہیں ہوگی۔

قتل کی دیت، جان کی حفاظت

آئینِ اسلام نے قتل عمد کے لئے دیت مقرر کردی ہے. جو مال کی صورت میں قصاص کے ساتھ برابری رکھتا ہے اور اکثر افراد اس کو ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں، میں ناتواں۔۔۔دیت عبارت ہے ان ذیل سے:

۱۔ایک سو اونٹ بالغ اونٹ

۲۔دوسو گائے

۳۔ایک ہزار دینار طلائی سکہ کہ ہر دینار ۳/۴ مثقال طلا ہے

۴۔ایک ہزار گوسفند (بھیڑ، بکرا، دنبہ)

۵۔دس ہزار درہم چاندی کے سکّے

۶۔ایک سو حلہ کے ہر حلہ دو پیراہن پر شامل ہے (مکمل قیمتی لباس)

ان چھ گانہ سے ایک پر عمل کرنا واجب ہے کہ ایک سال کے اندر جس شرط پر عمل کرسکتا ہوا تنا مال مقتولین کے ورثہ کو ادا کر دیا جائے (۱)

۱۔مبانی تکملہ المنھاج ج ۲، ۱۹۸۔

قصاص یا دیہ دینا مجرم (قاتل) کی ذمہ داری ہے اور یہ جرم سے تحفظ کا باعث بنتا ہے کہ انسانی جان کو قتل ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔

خوف ختم کرنا

حقوق بشر کے اعلامیہ مادہ سوم کے موضوع کو اسلام نے بہت پہلے سے وضع کیا ہوا ہے وہ یہ کہ لوگوں کی زندگی سے وحشت اور خوف کو دُور کر کے اُنکے درمیان امن وامان قائم کرنا ہے. ذیل میں بعض روایات اس بارے میں ہیں توجہ فرمائیں:

۱۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ نے فرمایا: جو مسلمان پر ایسی نگاہ ڈالے کہ مقابل خوف زدہ ہو جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالی اُسے خوف میں مبتلا کرے گا(۱)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ مسلمان کو ڈرائے (۲)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: مسلمان کو نہ ڈراؤ، کیونکہ مسلمان کو ڈرانا، ظلم عظیم ہے (۳)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی کسی مومن کو خوف زدہ

۱۔ النظام التربوی فی الاسلام ۳۵۰

۲۔ سنن، ابی داؤد، ۲/۴۷۸/ح ۵۰۰۴، مسند احمد بن حنبل ۳۶۲/۵، السنن الکبری، بیہقی، ۲۵۹/۱۰، کنز العمال، متقی ہندی، ۱۱/۱۶

۳۔ کنز العمال، متقی ہندی، ۱۱/۱۶، ح، ۴۳۷۰۹

کرے تو اللہ تعالیٰ اسے روز محشر مبتلائے وحشت کرے گا(۱)

کم ترین دہشت گردی یہ ہے کہ کسی شخص کو غصہ وغضب کی نگاہوں سے ڈرایا جائے۔پس جاسوسی اور تفتیشی اداروں میں دہشتگردی کیوں ؟ کیسے دہشت گرد ہیں جو بم اور بارود لیکر موت کا پیغام لئے پھرتے ہیں؟ افسوس اُن پر جو ایسے کام کرتے ہیں اور آئندہ بھی باز آنے والے نہیں!

۵۔امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔جو بھی کس مومن کو حاکم سے ڈرائے کہ حاکم کی جانب سے اُسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے تو وہ فرعون اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ جہنم میں ہوں گے (۲)

اسلام نے کیسے منصفانہ قوانین وضع کئے ہیں ان افراد کے لئے جو کسی بھی انسان کو بلاوجہ خوف میں مبتلا کریں، یہ سب اس لئے ہے کہ انسان اللہ کے لئے صاحب کرامت وآبرومند ہے۔

ستم کو نابود کرنا

اسلام کے قانون حقوق بشر کا چوتھا اہم نکتہ معاشرے سے ظلم وستم کے خاتمہ کے بارے میں ہے تا کہ لوگ امن وچین سے زندگی گذاریں

۱۔المعجم الاوسط، طبرانی، ۲۴/۳، ح ۲۳۵۰، کنز العمال، متقی ھندی ۱۰/۱۶، مجمع الزوائد، ھیثمی، ۲۵۳/۶

۲۔اصول کافی، کلینی ۳۶۸/۲

دین اسلام کے مقاصد واہداف میں سے یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان ظلم و ستم ختم کیا جائے۔ قرآن وسنت کا اس سلسلے میں کیا بیان ہے ذیل میں ہم وہ پیش کریں گے، جو اس میں ذکر ہوا ہے۔

قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم کی بیشتر سورتیں ظلم وستم کی مذمت میں اور ظالموں سے نفرت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہ کہ خداوند کمین گاہ میں ان کا منتظر ہے اور حتماً وہ اُن سے انتقام لے گا۔ بعض آیات اس موضوع کو بیان کرتی ہیں جو عبارت ہیں:

۱۔ ﴿ وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الأَبْصَار. مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لاَ يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاء ﴾(۱)

پروردگار عالم فرماتا ہے ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾(۲)

خداوند ظالموں کو اُن کے کاموں کی وجہ سے نہیں چھوڑے گا اور ضروری ہے کہ ان سے انتقام لیا جائے گا۔

۱۔ تم یہ گمان نہ کرو کہ اللہ غافل ہے اُس سے جو ظالم کرتے ہیں۔ بیشک (اُنکا کیفر) اُن کو، اس دن تک تاخیر میں رکھا جائے گا جس دن آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ جلدی سے سر اُٹھائے دوڑ رہے ہوں گے اور آنکھیں نہیں جھپکیں گے اور (وحشت سے) اُن کے دل کھو کھلے ہوں گے۔ (سورہ ابراہیم (۱۴) آیہ ۴۲ و ۴۳۔

۲۔ اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں کہ ان کو انجام کیا ہونے والا ہے (شعراء(۲۶)۲۲۷)

ظالموں سے بیجا میل ورغبت رکھنا، قرآن کریم، ظالموں سے تعلق رکھنے اور کسی بھی مقصد کے لئے انکی شرکت کو ناجائز اور حرام جانتا ہے. پروردگار نے فرمایا:

﴿وَلاَ تَرْكَنُواْ إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُم مِّن دُونِ اللّهِ مِنْ أَوْلِيَاء ثُمَّ لاَ تُنصَرُونَ﴾(۱)

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوبھی ظالم کی مدد کرے کہ وہ اپنے باطل کے ذریعے حق کو نقصان پہنچا سکے تو خدا اور اس کا رسولؐ اُس سے بری الذمہ ہیں(۲)

۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ظالمین اور اُن کے ساتھی آتش جہنم میں ہیں(۳)

۳۔آپؐ نے فرمایا: جوبھی ظالم کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس (مددگار) پر بھی ظالم کو مسلط کرے گا(۴)

۱۔ اورجنھوں نے ستم کئے ہیں ان پر تکیہ نہ کرنا ورنہ تمھیں آگ چھولے گی اور اللہ کے علاوہ کوئی تمہارا دوست نہ ہوگا اور بالاخرہ تمہاری مدد نہ کی جائے گی ۔ہود(۱۱)۱۱۳

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشابوری۱۰۰/۴۔کنزالعمال ،متقی ہندی ۴۹۹/۳ ۔الدرالمنثور، سیوطی،۲۵۶/۲

۳۔الفردوس، دیلمی۴۰۷/۲۔کنزالعمال متقی ھندی۴۹۸/۳

۴۔کنزالعمال، متقی ھندی۵۰۰/۳۔بحارالانوار،مجلسی،۱۷۲/۹۲

۴۔آپؐ نے فرمایا:ظلم کرنے سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم، تاریکی میں ہوں گے(۱)

۵۔ آپؐ نے فرمایا : چار لوگ ایسے ہیں کہ خداوند اُن کو دشمن رکھتا ہے، دوکاندار جو بہت قسمیں کھاتا ہو ۔غریب جو تکبر کرتا ہو۔ بوڑھا آدمی جو زنا کرتا ہو۔قائد جو ستم کو جائز سمجھتا ہو(۲)

۶۔ آپؐ نے فرمایا: خدا کا غضب اُس ظالم پر بہت شدید ہے جو اُس پر ظلم کرے کہ جس کا خدا کے علاوہ کوئی یاور و مددگار نہ ہو(۳)

ظالموں کی بیخ کنی کرنا

اللہ تعالی نے ظالموں کی پناہ گاہوں کو مٹانے اور انھیں کڑی سزائیں دینے کا حکم دیا ہے تا کہ اُن کے آثار باقی نہ رہے۔خداوند تعالی نے فرمایا:

﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾(۴) نیز خداوند تعالی نے فرمایا﴿ وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ

۱۔ وسائل الشیعہ ،حر عاملی،۳۳۸/۱۱۔اصول کافی ،کلینی ۳۳۲/۲ مسند، احمد ابن حنبل،۹۲/۲۔السنن الکبری، بیہقی ۱۳۴/۱۰۔

۲۔سنن نسائی ۸۶/۵؛ کنز العمال، متقی ھندی، ۶۸/۱۶۔عوالی اللئالی، ابن ابی جمہور، ۲۶۳/۱؛ مستدرک الوسائل ، محدث نوری، ۲۷۳/۱۳۔

۳۔وسائل الشیعہ ،حر عاملی، ۳۴۱/۱۱؛ کنزل العمال، متقی ھندی، ۵۰۰/۳؛ مجمع الزوائد ، ھیثمی ۲۶۰/۴

۴۔ان کے گھر، اس وجہ سے کہ اُنہوں نے ظلم کیا ویران ہو گئے۔بے شک اس میں ہر علم رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (سورہ نمل، (۲۷) آیہ۵۲

فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾(۱)

خداوند نے فرمایا﴿وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ . كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا﴾(۲)

ظالموں کے انجام سے عبرت

اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی بیخ کنی، اُن کے مقامات کی ویرانی اور اُن کی حکومتوں کی بنیادوں کو درہم برہم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور انسانوں کو دعوت دی ہے تا کہ ان کے سیاہ انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ. ثُمَّ جَعَلْنَكُمْ خَلَئِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾(۳)

۱۔ انہوں نے اپنے اُوپر ظلم کیا ہے پس ہم نے اُن کو (آئندہ کے لئے عبرت) افسانہ بنا دیا اور مکمل منتشر کر دیا۔ بے شک اس میں ہر صابر و شکر گذر کے لئے نشانیاں ہیں (سبا (۳۴) ۱۹

۲۔ جنہوں نے ظلم کیا انھیں ایل چنگھاڑ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں ہی تباہ ہو گئے۔ جیسے کہ وہ اس میں کبھی تھے ہی نہیں۔ (ھود (۱۱) ۶۷ و ۶۸

۳۔ اور بالیقین تم سے پہلی نسلوں کو جب اُنھوں نے ظلم کیا تو ہلاک کر دیا اور اُن کے پیغمبر واضح دلائل اُن کے لئے لیکر آئے مگر وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اسی طرح، قوم مجرمین کو سزا دیں گے۔ پس تمہیں ان کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا تا کہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ سورہ یونس، (۱۰) ۱۳ و ۱۴۔

نیز فرمایا ﴿ وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴾(۱)

خداوند نے ظالموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا ہے، وہ بدترین جگہ پلٹ جائیں گے اور بندوں کو دعوت دی ہے کہ اُن کے بُرے انجام اور بدنامی سے عبرت پکڑیں۔ہم نے بھی ایسی حکومتوں کا مشاہدہ کیا ہے کہ مٹ گئیں، اُن کے مضبوط قلعے اور محافظ کچھ نہ کر سکے، ان کی سیاست اور خود پسندی ظلم و جور پر مبنی تھی اور یہ تھا ان کا بُرا انجام، جو عقل مندوں کے لئے عبرت ہے

احادیث کی روشنی میں

ظلم وستم کی مذمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اوصیاء کی جانب سے متواتر روایتیں ہم تک پہنچی ہیں، جن میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظلم کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ظلم روز قیامت، اندھیروں میں ہوگا(۲)

۲۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر رات خار دار جگہ پر گزارنی پڑے اور دن زنجیروں میں جکڑ کر مجھے کھینچا جائے میں اس پر راضی

۱۔جنہوں نے اپنی سرائے خانوں میں، اپنے آپ پر ظلم کیا اور اس میں سکونت رکھی۔اور تمہارے لئے آشکار ہوا کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا اور تمہارے لئے مثالیں دی ہیں۔ابراہیم، (۱۴) ۴۵۔

۲۔النظام السیاسی الاسلام، ۱۰۰۔

ہوں بجائے اس کے کہ قیامت کے دن خدا اور اُس کے رسول سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ ستمکار بندوں میں سے ہوں یا ناجائز وظلم سے کچھ حاصل کرلیا ہو کسی پر اِس نفس کی خاطر ستم کروں کہ جو فرسودہ اور پرانا ہونے میں بہت تیزی کر رہا ہے اور زمین کی خاک میں رہنے کا زمانہ بہت دراز ہے(۱)

اے پرہیز گاروں کے پیشوا اور یگانہ پرستوں کے سردار، آپؑ نے عدالت کو قائم کیا اور دُنیا آپؑ کے عدل وانصاف سے روشن ہوگئی۔ انبیاء علیہم السلام کے کارناموں کی مثالیں آپ میں جلوہ گر ہیں ،آپؑ نے اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی جب کسی بندے کا آپؑ پر کوئی حق باقی نہ تھا۔

آپؑ نے دُنیا سے اس حالت میں سفر کیا کہ اسلام کے مظلوم ترین فرد تھے۔ آپؑ کے حق کو زبردستی لے لیا گیا اور آپؑ کی کرامات کی قدر نہ کی گئی اور آپؑ نے اللہ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ عبادت میں آپؑ اپنے خون سے نہلا دیئے گئے تھے۔

۳۔زین العابدین وسید الساجدین نے شہادت کے وقت اپنے فرزند امام باقر علیہ السلام کو فرمایا: میرے عزیز بیٹے !اس پر ظلم کرنے سے پرہیز کرو، جو اللہ

ا۔نہج البلاغہ، خ ۲۲۴

تعالیٰ کے علاوہ کوئی یاور نہیں پاتا(۱)

۴۔امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ستم کی تین قسمیں ہیں، وہ ستم کہ اللہ تعالیٰ اُس کو نہیں بخشتا. وہ ستم جو کہ اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور وہ ستم کہ اللہ تعالیٰ اُس سے صرف نظر نہیں کرتا:

وہ ستم جو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا، وہ شرک ہے. وہ ستم کہ اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے وہ بندے اور اُس کے پروردگار کے درمیان ہے کہ بندہ اپنے اُوپر روا رکھتا ہے اور وہ ستم کہ اللہ تعالیٰ اس سے صرف نظر نہیں کرتا، وہ حقوق ہیں جو کہ لوگ ایک دوسرے کی گردن پر رکھتے ہیں(۲)

۵۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ظالم اور اس کی مدد کرنے والا اور اس کے ظلم پر راضی رہنے والا، یہ تینوں ظلم میں شریک ہیں(۳) بدترین ستم، اُس پر ستم ہے کہ جو کوئی محکم سہارا نہ رکھتا ہو تا کہ اُس سے پناہ لے سکے اور وہ تکیہ گاہ اُس سے ظلم دُور کر سکے۔

٦۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ستم کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ مظلوم کی دُعا آسمان پر جاتی ہے(۴)

۱۔مستدرک سفینہ البحار، ۲۹/۷؛ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ۱۸/۱٦

۲۔جامع السعادات ۲۲٦/۲

۳۔اصول کافی ۳۳۳/۲

۴۔نیز ۵۰۹/۲

۷۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: شدید ظلم وہ ہے کہ مظلوم کا خداوند کے علاوہ کوئی یاور و مددگار نہ ہو(۱)

اس بارے میں متعدد روایتیں کتب احادیث میں موجود ہیں جو مسلمانوں کو سختی سے ظلم کرنے سے پرہیز کرنے کے بارے میں ہیں۔

حاکم ستمگر

ظالم حکمران، عدالت کی مطلق پرواہ نہیں کرتا اور باطل کا حامی ہے، ظلم وستم اور فساد زمین پر پھیلاتا ہے ۔حاکم ستمگر کی مذمت میں بہت روایات موجود ہیں اس کی بیجا مدد کرنے کی مذمت میں بھی بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ظلم کا مقابلہ کرنے اور روکنے کے لئے بھی بہت شدت سے زور دیا گیا ہے جن کا ہم نے اپنی کتاب ''النظام السیاسی فی الاسلام'' میں تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ، اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ امیر وبااثر جب چوری کرتے تو وہ قانون سے بچ جاتے اور جب عام آدمی اس طرح کا کام کرتا تو اُس پر حد جاری کردیتے تھے(۲)

۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کی لعنت اُس پر ہے

۱۔نیز ۲/۳۳۱

۲۔کنز العمال، متقی ھندی ۵/۳۰۴۔صحیح بخاری ۴/۱۵۰۔صحیح مسلم ۵/۱۱۴۔سنن نسائی ۷/۷۵۔

جب دو فرد کسی کے پاس فیصلہ کے لئے جائیں تو وہ ناحق قضاوت کرے (۱)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظالم حاکموں پر قیامت کے دن سخت ترین عذاب ہوگا (۲)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، قاضی کے ساتھ ہے جب تک وہ ستم نہ کرے اور انصاف سے فیصلے کرے، اگر وہ ظلم و ناانصافی پر اُتر آئے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے اور شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے (۳)

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ نہیں کہ دُنیا میں کسی فرد پر ستم کرے اور پھر اُس کی تلافی نہ کرے مگر یہ کہ خداوند روز قیامت اس کا قصاص لے گا (۴)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ بلندترین جہاد یہ ہے کہ صبح کا آغاز اس حال میں کرے کہ کسی پر ستم کرنے کو جائز نہ جانتا ہو (۵)

۱۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۱۸/۷۰

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی ۱۱۴/۱۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، ۱۶۶/۲۰۔ کنز العمال، متقی ھندی ۱۵/۶۔ مجمع الزوائد، ھیثمی ۱۹۷/۵

۳۔ سنن ترمذی، ۳۹۵/۲۔ السنن الکبری، بیہقی، ۸۸/۱۰۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۹۲/۶

۴۔ شعب الایمان، بیہقی ۵۵/۶۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۵۰۲/۳

۵۔ الفردوس، دیلمی، ۳۵۷/۱۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۳۰۷/۴۔ المحاسن، برقی، ۲۹۲/۱۔ بحار الانوار، مجلسی، ۵۷/۳۱۴

عدالت کا قیام

اسلام میں حقوق بشر کا پانچواں اصول یہ ہے کہ معاشرے میں عدل وانصاف کا نظام قائم کیا جائے۔عدالت ہوگی تو سایہ پروردگار زمین پر ہوگا اور زندگی اُس سے محکم ہوگی۔انسانی زندگی کے حقوق کی اِس سے پاسداری ہوگی ۔ قرآن و سنت میں عدالت کے بارے میں وافر تعداد میں مواد موجود ہے۔

ا۔ فیصلوں میں عدل کرنا

قرآن کریم نے حکمرانوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں عدالت سے کام لیں۔خداوند نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً﴾(۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ

ا۔خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کو واپس کر دو۔جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدالت سے فیصلہ کرنا۔ درحقیقت ایسا کرنا نیک ہے کہ خداوند تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے۔ خداوند بے شک دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔سورہ نساء(۴) آیہ ۵۸

عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَاب(۱)

قانون اسلام میں ہے کہ اگر حاکم منصفانہ فیصلہ نہیں کرتا تو عدالت برقرار رکھنے کی خاطر فرمان خدا کے مطابق ضروری ہے اُس کو برکنار کر دیا جائے۔

گواہی دینا

قرآن کریم نے مسلمانوں پر لازم کیا ہے کہ سچّی گواہی دیں حتیٰ اگر اقرباء ہی کے خلاف کیوں نہ ہو، تاکہ انصاف ہو سکے۔ خدائے عزوجل نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَينِ وَالْاَقْرَبِينَ اِنْ يَكُنْ غَنِيّاً اَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلا تَتَّبِعُوا الْهَوىٰ اَنْ تَعْدِلُوا وَاِنْ تَلْوُا اَوْ تُعْرِضُوا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾(۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پابند کیا ہے کہ صداقت پر مبنی گواہی دی جائے خواہ

۱۔ اے داؤد؛ ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا، لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا کہیں تجھے راہ خدا سے دور کر دے در حقیقت جو اللہ تعالی کی راہ سے دُور ہو جائیں گے اُن کے لئے سخت عذاب ہے اور روز قیامت، اُن کو فراموش کر دیا جائے گا۔ سورہ ص (۳۸) ۲۶

۲۔ اے صاحبان ایمان سچّے گواہ بنو، اللہ کے لئے گواہی دو اگرچہ تمہارے اپنے یا تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر (ایک ان دونوں میں سے) مالدار یا حاجت مند ہو تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے پس خواہش نفس کی وجہ سے (کہ اس کے نتیجہ میں تو) عدول وانحراف نہ کرو یا ایک جانب ہو جاؤ، اور اللہ تعالی اُس سے جو تم انجام دو گے حتماً آگاہ ہے۔ سورہ نساء (۴) آیہ ۱۳۵۔

اس سے کسی کا بھی نقصان کیوں نہ ہو بلکہ اپنا ہی نقصان ہو تب بھی حقیقی دعویدار کے ساتھ انصاف ضروری ہے، اسی طرح شھادت دینا واجب ہے، حتی اگر ماں باپ یا جو عزیز و اقارب ہیں اُنکے لئے ضرر کیوں نہ ہو مسلمان گواہی کے معاملے میں ثروتمندی یا فقیری و خالی دست کی بنا پر، شھادت دینے سے چشم نہ پوشی کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی ناجائز مال کی لالچ میں یا کسی کی ناحق جان لینے کے لئے جھوٹی گواہی دے تو اُس نے آتش جہنم کو (اپنے پر) واجب کرلیا ہے (۱)

نیز فرمایا: گواہی دینے والوں کا احترام کریں کیونکہ اللہ تعالی حقوق کو اُن کے ذریعے سے ظاہر کرتا ہے اور ستم کو اُن کے ذریعے سے دُور کرتا ہے (۲)

شھاب زہری کہتے ہیں: مسلمان شروع سے اس روش (شاہدوں کا احترام کرنا) پر تھے اس کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے وہ کام کئے کہ معتبر افراد کی حیثیت کو کم کردیا اور انکی گواہی قبول نہیں کی گئی اس طرح شہادت کا اعتماد و احترام ختم ہو گیا (۳)

۱۔ المعجم الکبیر، طبرانی، ۱۱/۲/۱۷۔ کنز العمال، متقی ھندی ۷/۱۴۔ مجمع الزوائد، ھیثمی ۴/۲۰۰

۲۔ کنز العمال، متقی ھندی ۷/۱۲۔ الروائح السماویہ، میر داماد، ۲۰۱

۳۔ مجمع البیان، طبرسی، ۳/۱۲۴۔

اسلام نے ایسے معاشرہ کی بنیاد رکھی کہ عدالت کا سایہ رحمت اُن کے سر پر تھا اور محبت و الفت اُن پر حکمران رہے۔

۳۔ گفتار میں عدالت

گفتار و کلام میں عدالت ہونا، عین مطابق اسلام ہے۔ خداوند متعال نے فرمایا

﴿ وَ لاَ تَقْرَبُواْ مَالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَ أَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لاَ نُكَلِّفُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللّهِ أَوْفُواْ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالی ہر بولنے والے کی زبان سے قریب ہے، پس بندہ بات کرتے وقت محتاط رہے اور خوف خدا رکھے (۲)

نیز فرمایا: خداوند کسی بندے کا عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک اُس بندے کے کلام سے راضی نہ ہو (۳)

خداوند نے بندوں کو پابند کیا ہے کہ وہ اپنے گفتار و کلام میں عدالت کا لحاظ رکھیں اگر چہ اُن کا کلام کرنا اُن کے عزیز و اقرباء کے نقصان ہی کا باعث کیوں نہ

۱۔ انعام (۶) ۱۵۲

۲۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۳/۵۴۹۔ بحار الانوار مجلسی، ۷۱/۷۷۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ۸/۵۳۷

۳۔ الدر المنثور، سیوطی، ۲/۲۷۴

ہو۔ یہ گفتار و کلام میں عادلانہ رفتار کی پابندی انسان کو شوق دلاتی ہے کہ میدان عمل میں بھی عدالت کا پابند رہے۔

قرآن میں عدالت

قرآن کریم مسلمانوں کو تاکید شوق کرتا ہے کہ عدالت قائم رکھیں کیونکہ عدالت حیات بخش ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِیْنَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾(۱)

اسلام کہتا ہے: مسلمان آپس میں اور دیگر ادیان کے پیرو کاروں کے ساتھ عدالت سے رہیں چاہے وہ مسلمانوں کے دوست ہوں یا اُن کے دشمن، کیونکہ یہ برتاؤ تقوی کے نزدیک تر ہے۔ پروردگار متعال نے اپنے بندے اور رسولؐ کو اس بناء پر مبعوث کیا ہے کہ لوگوں میں عدالت قائم کریں۔ پروردگار متعال نے اپنے بندے اور رسولؐ سے اس بارے میں اپنے کلام میں کہا ہے:

۱۔ ایمان والو! خدا کے لئے عدالت کو قائم کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور عدالت کے ساتھ گواہی دو اور البتہ یہ نہ ہو کہ دشمنوں کا گروہ تمہیں اس پر آمادہ کرے کہ عدالت نہ کریں، تم عدالت کرو کہ وہ تقوی کے نزدیک تر ہے۔ اور خداوند سے ڈرو، بیشک تم جو کرتے ہو اُس سے خداوند آگاہ ہے۔ مائدہ (۵) آیہ ۸

﴿ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَ اسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴾(۱)

قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں عدالت کی تاکید کی گئی تاکہ عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم ہو سکے، جس کی سب کو حاجت ہے۔

سیرت رسولؐ میں عدالت

عدالت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام سے متواتر احادیث ہمارے پاس پہنچی ہیں جن میں حاکموں کو عدالت کے راستے پر چلانے کی مدد کرنے کے بارے میں راغب کیا گیا ہے ان احادیث کو ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک ساعت کی عدالت، ستّر سال کی عبادت سے بہتر ہے کہ ایسی عبادت جو شب، زندہ داری اور دن، روزہ

۱۔ اس بنا پر دعوت دیں اور ایسے جیسے ایک مامور محکم ہوتا ہے اور اُن کے ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا اور کہو، جو کتاب خداوند نے نازل کی ہے میں اُس پر ایمان لایا ہوں اور تمہارے درمیان عدالت کو قائم کرنے پر مامور کیا گیا ہوں، اللہ تعالی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے، ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی حجت نہیں ہے۔ خدا ہمیں جمع کرے اور اسی کی طرف سب کا راستہ ہے۔
شوری (۴۲) آیہ ۱۵

رکھنے میں گزارا ہو(۱)

۲۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے : آدمی اپنے بھائی کی چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، ضرور مدد کرے اگر ظالم ہو تو اُس کو ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کرے کہ یہ مدد کرنا اُس کے نفع میں ہے، اگر مظلوم ہو، تو اُس کی مدد کرے(۲)

۳۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے ۔: جب زمین ظلم وستم اور تجاوز سے بھر جائے گی ۔تو میرے اہل بیتؑ میں سے ایک مرد نکلے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا اُسی طرح سے جیسے وہ ظلم وستم اور تجاوز سے بھر چکی تھی(۳)

۴۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تم خداوند متعال کا تقویٰ اختیار کرو اورعدالت، چاہے وہ دوست کے ساتھ ہو یا دشمن کے ساتھ(۴)

۵۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا سے ڈرو اور عدالت قائم کرو اور جو

۱۔ جامع السعادات، ۲/۲۱۹۔

۲۔ صحیح مسلم، ۸/۱۹۔ سنن دارمی ۲/۳۱۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۳/۹۹۔ کنز العمال، متقی هندی ۳/۴۱۴۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء۔ ابونعیم اصفهانی ۳/۱۰۱۔ مسند احمد ۳/۲۸۔ المعجم الکبیر، طبرانی ۹۱/۳۲۔ کنز العمال، متقی هندی، ۱۴/ ۲۶۶

۴۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۶۷

عدالت نہیں کرتے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے(۱)

۶۔ نیز فرمایا:۔ عدالت کثیر الجہت فوائد کی حامل ہے خواہ کم ہی دوران کے لئے ہو(۲)

۷۔ نیز فرمایا: قیام عدالت پیاس بجھانے والے چشمۂ آب سے زیادہ شیریں اور بہتر ہے(۳)

۸۔ نیز آپؑ سے روایت کی گئی ہے: تین چیزیں ہیں کہ سب لوگ اُن کے نیاز مند ہیں: امن و امان، عدالت اور نعمتوں میں فراوانی(۴)

بہت سی ایسی احادیث جوکہ عدل کی ضرورت اور اہمیت پر بیان کی گئی ہیں۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی عدالت کے قیام پر مسلمانوں کی تشویق کی ہے

حاکم عادل

اسی طرح بہت سی روایات موجود ہیں جن میں حاکم عادل کی تعریف کی گئی ہے کہ اُمت کے مسائل کا حل انہی سے وابستہ ہے۔ اس بارے میں کچھ روایات

۱۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۱۵۴

۲۔ نیز

۳۔ نیز، ۲/۱۴۶

۴۔ بحار الانوار، مجلسی، ۷۵/۲۳۴

ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عادل حاکم کا اپنے لوگوں کے درمیان ایک روز کا فریضہ، اُس عابد سے جو اپنے خاندان میں سو سال یا پچاس سال تک عبادت کرتا ہے، بہتر ہے (۱)

نیک بختی ٔ اُمت اور زندگی کے مسائل، عبادت کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ والیوں اور حکمرانوں سے متعلق ہیں، بندھی ہوتی ہے ، جو اپنے ملک اور عوام کی فلاح کو ہر چیز پر برتری دیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی گئی ہے: خداوند کے نزدیک جو سب لوگوں میں سے عزیز تر ہے وہ پیشوا عادل ہے اور ظالم راہنما کیلئے دوسروں سے زیادہ سخت تر عذاب میں ہوگا (۲)

۳۔ نیز آنحضرتؐ سے روایت کی گئی ہے : جو بھی مسلمانوں میں منصبِ قضاوت پر براجمان ہو تو اس کی زبان دونوں فریقوں یعنی مدعی و مدعا علیہ کے لئے یکساں ہونا ضروری ہے (۳)

۱۔ الاموال، ابوعبیدہ، ٦

۲۔ صحیح ترمذی ۲/۴ و ۳۔ مسند احمد ۲۲/۳۔ روضۃ الواعظین، فتال نیشاپوری ۴٦٦

۳۔ سنن الکبری، بیہقی ۱۰/۱۳۵۔ کنز العمال، متقی ھندی، ٦/۱۰۲

۴۔ نیز حضرتؐ سے روایت کی گئی ہے: فیصلہ کرتے وقت انصاف اختیار کرو اور جب بھی کلام کرو، اچھا کلام کرو۔ اللہ تعالی اچھے کلام کرنے والا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے(۱)

۵۔ نیز حضورؐ سے روایت کی گئی ہے: کوئی مسلمان قاضی نہیں میں سے نہیں مگر یہ کہ اس کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں یہ اُس وقت تک کے لئے ہیں کہ حق کے علاوہ اور کچھ نہ کہے، تو وہ اُس کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں ۔ اگر اس نے حق سے انحراف کیا، علاوہ ارادہ کیا، اور عمداً ستم کیا تو وہ فرشتے اُس سے دُور ہو جاتے ہیں اور اُس کو اُسی کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں (۲)

٦۔ امام موسی بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری رفاہ و فلاح، حکمران کے عادلانہ رویہ پر رہنے سے ہے، حکمران عادل مثل پدر مہربان کے ہے۔ جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو اُس کے لئے پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اُس کے لئے بھی پسند نہ کرو(۳)

اسلام، خالص عدالت کو قبول کرتا ہے۔ بہت سی ایسی نصوص پر مبنی احکام ہیں

ا۔ المعجم الکبیر، طبرانی، ٦/۴۰۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۳۹۲/۵۔ مجمع الزوائد، ھیثمی ۱۹٦/۵

۲۔ نیز، ۲۴۰/۱۸۔ نیز، ۹۴/٦۔ نیز، ۱۹۴/۴

۳۔ حیاۃ امام موسی ابن جعفر، ۲۲۵/۱

جن سے فقہاء استنباط احکام کے لئے رجوع کرتے ہیں جیسے قاعدہ نفی عسر و ہرج و قاعدہ نفی ضرر، اسی اساس پر رکھے گئے ہیں۔۔۔۔ جو بھی ہو، ہمارے خیال میں کوئی آسمانی مذہب، اسلام کی طرح، تمام اقتصادی و سیاسی نظام میں، عدالت پر توجہ نہیں دیتا (یعنی اسلام ہر شعبہ میں عدالت پر توجہ دیتا ہے)

فروغِ علم

حقوق بشر کے نظام میں سے چھٹی شق ہے جو اسلام نے وضع کی ہے، وہ نشر و اشاعت علم و دانش ہے اور جہالت و لاعلمی کو دُور کرنا ہے۔ آئین اسلام نے علم و دانش کے حصول کو ہر مرد و زن مسلمان پر لازم کیا ہوا ہے ۔ اُمت کسی بھی حالت میں آسمانی چھت کے نیچے، اپنے لئے کوئی اچھی جگہ پیدا نہیں کر سکتی جب تک جہالت کی تاریکیوں میں غرق ہے۔ اسی بناء پر اسلام نے مسلمانوں کو علم و دانش کے حصول کا شوق دلایا ہے اگر چہ اس کے حصول کے لئے ملک چین جانا پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گہوارے سے گور تک علم حاصل کرو (۱)

آپ ہی سے روایت ہے: دو ایسے بھوکے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے: طالب علم و طالب مال (۲) نیز فرمایا: تحصیل علم ہر زن و مرد مسلمان پر واجب ہے (۳)

آئین اسلام نے نشر علم و دانش پر خاص توجہ دی ہے۔ جب رسول اللہ صلی

۱۔ تفسیر القمی، ۲/۱/۴۰۱.   ۲۔ اعوالی اللئالی، ابن ابی الجمہور، ۴/۷۷۔ کنز العمال، متقی ہندی ۱۶/۱۱۶۔ الکافی کلینی، ۱/۴۶۔ سنن دارمی، ۱/۹۶۔
۳۔ مستدرک الوسائل، محدث نوری ۱۷/۲۴۸، حدیث ۲۱۲۵۰۔ عوالی اللئالی، ابن ابی الجمہور، ۴/۷۰۔ بحار الانوار مجلسی، ۱/۱۷۷

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں مستقل قیام کیا، تو فرمایا : اس شہر کے بچوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھایا جائے۔ جنگ بدر کے اسیروں کی ایک تعداد کو جو کہ اپنی آزادی کے لئے کچھ دے نہیں سکتے تھے، کہا گیا: ہر ایک اسیر، مسلمانوں کے بچوں میں سے دس بچوں کو علم سکھائے اور نیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن ثابت کو فرمایا: وہ عبرانی و سریانی زبان سیکھے اور اس کے حصول کے بعد وہ مسلمانوں کے پہلے مترجم تھے۔

دین اسلام، مسلمانوں کو علم و دانش کے حصول پر آمادہ کرتا ہے اور علم کے ترک کرنے پر اُن کی مذمت کرتا ہے۔ اور نیز ان لوگوں کی بھی مذمت کرتا ہے کہ جو اپنے قریبی لوگوں کے حصول علم سے غفلت کرتے ہیں۔ اور اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے !

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے ہمسایوں کو علم نہیں سکھاتے اور اُن کو نصیحتیں نہیں کرتے .لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے ہمسایوں سے نہیں سیکھتے اور کیوں علم حاصل نہیں کرتے اور نصیحتیں قبول نہیں کرتے۔ خدا کی قسم! وہ لوگ جو اپنے ہمسایوں کو علم سکھاتے ہیں اور نصیحتیں کرتے ہیں اور بُرائیوں سے منع کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہمسایوں سے سیکھتے ہیں علم حاصل کرتے ہیں اور نصیحتیں لیتے ہیں یا یہ کہ دنیا میں بھیانک انجام سے دوچار ہوں گے۔

حاضرین میں سے کچھ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے اپنے بھائیوں سے استفسار کیا: تمہاری نظروں میں اُن کی مراد اِس قوم سے کون ہے؟ اُنہوں نے کہا: اشعریوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اشعری دین کی سمجھ رکھتے تھے جبکہ ان کے بدّو ہمسایے کوئی چیز نہیں جانتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں اُن تک پہنچی، تو وہ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کو نیکی سے اور ہمیں بدی سے کیوں یاد کیا ہے، ہم نے ایسا کیا کیا ہے ؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو خوف دلایا تو انھوں نے مقررہ مدت تک کی مہلت طلب کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو اُن کے سامنے تلاوت کیا ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ مِن بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَّ كَانُواْ يَعْتَدُونَ. كَانُواْ لاَ يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ ﴾(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دینے اور علم حاصل کرنے کے سلسلے

۱۔ بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر اختیار کیا، داؤد اور عیسی ابن مریم کی زبان سے مورد لعنت قرار پائے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ گناہ کرنے لگے اور (فرمان خدا سے) تجاوز کرنے لگے اور بُرے کاموں میں سے، جس کا وہ ارتکاب کر رہے تھے، ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ حقیقتاً کس قدر بُرا تھا جو وہ کرتے تھے۔ مائدہ (۵) ۷۸ و ۷۹

میں جو موقف اختیار کیا وہ اہم ترین کاموں میں سے ہے جو لوگوں میں علم و دانش کی نشر و اشاعت کرتے ہیں۔

آئینِ اسلام نے اپنے تمدن کی بنیاد کو علم و دانش پر رکھا ہے۔ قرآن کریم نے علماء کو بڑا مرتبہ دیا، بزرگ شمار کیا ہے ۔ چند آیات کہ جن میں اُن کے احترام کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾(۱)

۲۔﴿ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴾(۲)

۱۔ اے ایمان لانے والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں جگہ دے دیا کرو پس جگہ کھول کر رکھیں تا کہ اللہ تعالی تمہارے لئے وسعت دے گا ، جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ، پس کھڑے ہو جایا کرو تا کہ خدا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے، درجات بلند کرے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے آگاہ ہے۔
سورہ مجادلہ (۵۸) آیہ ۱۱

۲۔ اور لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں مگر اس کو نہیں سمجھتے مگر صرف علماء۔ عنکبوت (۲۹) ۴۳

۳۔ ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاء اللَّيْلِ سَاجِداً وَ قَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ﴾(۲)

۴۔ ﴿وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُور﴾(۳)

پس معلوم ہوا کہ اکثر مقامات پر قرآن مجید میں حصول علم وفروغ علم ودانش پر زور دیا گیا ہے، مسلمانوں نے علوم پر تحقیق شروع کردی۔ اس زمانے میں اہم ترین مدارس اور علمی درسگاہوں میں ایک امام صادق علیہ السلام کا مدرسہ تھا کہ اُس میں چار ہزار طالب علم حاضر ہوتے تھے ۔اوران طالب علموں میں سے بزرگ علما جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک...مذاہب اسلامی کے پیشوا بن گئے اور دوسرے بہت سے معاشرے کے لئے بہت مفید بنے۔وہاں سے نکلنے والی علمی شعاعوں نے جہان اسلام کے بہت شہروں کو منور کیا۔اس زمانے میں کوفہ اہم

ا۔ (کیا کوئی بہتر ہے) یا وہ جو تمام رات سجدہ وقیام میں اطاعت (خدا) میں رہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت کا اُمیدوار ہے؟ فرمادیں، وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے کیا برابر ہیں ؟ صرف عقل مند ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔زمر(۳۹)۹

۲۔اورلوگوں، جانوروں اوراہلی جانوروں کے رنگ اسی طرح مختلف ہیں،لوگوں میں صرف علماء ہیں کہ جو اُس سے ڈرتے ہیں، بیشک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔فاطر،(۳۵)۲۸

ترین شہر تھا جو مرکز علمی میں تبدیل ہو گیا کہ اُس کی مساجد اس علمی تحریک سے بھر گئیں اُس وقت نوسو اُستاد علم کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک نے اپنے حلقہ درس کو اُس علم و دانش سے بھر دیا ، جو امام اعظم جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو پہنچایا تھا۔

سید میر علی ہندی کہتے ہیں :

بے شک اس عہد میں نشر و اشاعت علم و دانش نے آزادی افکار عطا کی اور علمی فلسفیانہ مباحث ، جہاں اسلام کے ہر شہر میں پھیل گئی۔ یاد رہے کہ فرزند علی ابن ابیطالب کہ آپ کا نام جعفر اور لقب صادق ہے ، اس علم دانش تحریک کے رہبر و راہنما تھے۔ آپؑ وسعت فکر کے ساتھ اپنے زمانے کے علوم پر عمیق نظر اور مکمل آگاہی رکھنے والے تھے ، درحقیقت وہ اُن بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں کہ جنہوں نے مختلف مکتبہ ہائے فکر کی بنیاد رکھی۔ آپؑ کے حلقہ درس میں فلسفہ کے متلاشی اور مدعیان فلسفہ بھی حاضر تھے۔

اِس اُمت کے بزرگ ترین دانشمند اور تمدن فکری و علمی کے سردار امام صادق علیہ السلام نے علوم کی مختلف شاخوں کی آبیاری کی جیسے :

۱۔ طب ۲۔ کیمیا ۳۔ فیزکس ۴۔ فلسفہ ۵۔ علم کلام ۶۔ علم فقہ ۷۔ حدیث ۸۔ تفسیر قرآن کریم ۹۔ اخلاق اور دوسرے علوم جو لوگوں کے لئے نفع

بخش تھے اور اس طرح اجتماعی اور انفرادی زندگی میں انقلاب آگیا ۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے علوم کی نشر و اشاعت پر ہمیشہ زور دیا کہ ان کا مقصد عقل و خرد کو بیدار کر کے علوم و معارف کے ذریعے انھیں دنیا میں سر بلندی عطا کرنے کی کوشش کی اور جہالت و تاریکی کے دروازے بند کرنے کی سر توڑ سعی کی ، جس کی وجہ سے مسلمان تنزلی کا شکار بنے ہوئے تھے ۔

اُمت جب تک علم و دانش کا اسلحہ ہاتھوں میں نہ لے لے اور جہل سے مکمل چھٹکارا حاصل نہ کرے ، اس وقت تک اجتماعی اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر سکتے ۔ مسلمان اپنی تاریخ کے سنہرے دنوں میں ، صرف علم و ایمان کے حامل ہونے کی وجہ سے چھا گئے اور اُمتوں کی رہبری حاصل کی ۔

مساوات

اسلام میں ساتواں اصول حقوق بشر سے متعلق ، مساوات کے بارے میں ہے جو بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ اس سے پہلے ادیان آسمانی یا دیگر نظریات میں ایسے کسی تصور کا پتہ نہیں ملتا ۔ اسلام تمام انسانوں کے درمیان بحیثیت ذی روح بشر کے مساوات کا قائل ہے ۔ اس قانون کی نگاہوں میں ، گورے کو کالے پر ، عرب کو غیر عرب پر اور حکمران کو رعایا پر کوئی فضیلت نہیں ہے تمام لوگ قانون گذاریٔ اسلام میں کنگھی کے دانوں جیسے ہیں اور ان کو ایک

دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقوی وعمل خیر اور مردم کونفع پہنچانے کی بنا پر۔

غیر مسلم میں سے بعض اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں از جملہ:

۱۔ ڈاکٹر گیب یہاں تک فرماتے ہیں:

اسلام تنہا قانون وآئین ہے جس میں یقیناً اس کی طاقت ہے کہ مختلف گروہوں میں تقسیم اقوام وملل اور رنگ ونسل کے لوگوں کو جمع کرلے، ایک مرکز پر مساوات کی بنیاد پر، انسانوں کا مستقبل درخشاں ہوسکتا ہے۔ اگر شرق وغرب کے دوران جاری طرح طرح کی کشمکش کا حقیقی حل تلاش کرنا ہے تو آئین اسلام میں پناہ لینے کے علاوہ کوئی اور چارہ ہی نہ ہوگا(۱)

۲۔ جواہر لعل نہرو، وزیر اعظم ہند فرماتے ہیں:

نظریہ برادری وبرابری اسلامی جس پر مسلمان یقین رکھتے ہیں اور اس نظریہ پر کاربند رہنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، نچلے طبقہ کے ہندوؤں کے ذہنوں پر اثر عمیق چھوڑا ہے انھوں احساس محرومی کی وجہ سے، اس نظریہ کے اثر کو زیادہ قبول کیا ہے(۲)

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۷۸ و ۱۷۹

۲۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۷۹

اسلام نے تمام انسانوں کے درمیان باہمی روابط برقرار کرنے کو انسانی شرف کے حوالے سے مقدس فریضہ سمجھتے ہوئے پوری بشریت کو یکجا کرنے کے اصول کو اپنایا۔

۳۔ تھامس کارلائیل، انگلیسی فلاسفر کہتا ہے:

اسلام کی بہترین اور بلانظیر خصوصیت یہ ہے کہ انسانوں میں برابری و مساوات کا قائل ہے(۱)

برابری و مساوات جسے اسلام نے قبول کیا ہوا ہے، اس سے اتحاد و ہم بستگی پیدا ہوتی ہے۔ نہ جدائی و افتراق یہ مساوات ہر ایک کی آرزو ہے، جس کے حصول کے لئے رنج و غم سہہ رہے ہیں اور محروم ہیں۔ اپنے جائز حقوق حاصل نہ ہوسکے

مساوات کیا ہے؟

اسلام میں مساوات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سب کی شکل و رنگت ایک ہی جیسی ہو، یہ فکر قطعی غیر عقلی و منطقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انساموں کو مختلف شکلوں کے ساتھ، الگ الگ رنگ دے کر پیدا کیا، ان کی عقل، مزاج اور پسند و ناپسند میں تنوع ہے جو بجائے خود تخلیق کا حسن ہے۔

اسی طرح برابری کا مقصد یہ بھی نہیں کہ اُجرت میں سب برابر ہوں کیونکہ یہ غیر

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۷۹۔

ممکن ہے۔

ایک ڈاکٹر کی اُجرت، عام کارگر کی اُجرت جیسی نہیں ہوسکتی، عقل پسند نہیں کرتی کہ ایک ایٹمی سائنسدان کی اُجرت ایک عمارت بنانے والے مزدور کی اُجرت کے برابر ہو۔

کیمونیزم کے علمبردار، حقوق کاریگر کی فریاد بلند کرتے ہیں، اِس نابرابری کو قبول نہیں کرتے۔ روس بھی جو اس نظریہ کا محور ہے اس مسئلہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے ہے البتہ ایسی کوشش ضرور کی گئی مگر نتیجہ یہ نکلا کہ اقتصادیات کو شدید جھٹکا لگا اور عوام میں مایوسی پھیل گئی۔ اسٹالن نے جب مخالفین کو کچل دیا تو کہا: لوگ سمجھتے ہیں سوشلزم میں سب حقوق کے لحاظ سے مساوی ہوں گے، یہ احمقانہ تصور ہے اور اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچا دیا(۱)

اسٹالن نے ۱۹۳۱ء میں جو کانفرنس برپا کی اس میں کہا: ترقی کا پہیہ بہت سست ہو گیا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ عوام کاہلی اور سستی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اگر ہم صنعتی ترقی کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ اُجرتوں کی درجہ بندی کریں۔ کاریگروں کے درمیان فرق ایسے ہو کہ اُجرت مزدور کی خواہش یا ضرورت کے مطابق نہیں بلکہ جتنا وہ کام کرتا ہے اُس کی اساس پر تعین کی جائے ۔ ان کا نعرہ

۱۔ العمل وحقوق العامل فی الاسلام، ۲۱۹

کہ (جو جتنی نیاز رکھتا ہو) سالوں تک سادہ لوح لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے راگ الاپتے رہے کو ختم ہو گیا۔ اور پھر ''جتنا کا اتنی اُجرت'' کا اصل بن گیا

(۲) معاشرے میں اُجرت برابر ہو، یہ غیر ممکن ہے۔ تمام طبقات اجتماعی میں مساوات اُجرت ہو محض فریب دہی ہے، غیر فطری بات ہے۔

اسی بنا پر سوشلزم نے شکست کھائی اور دفن ہو گئی کیونکہ یہ غیر منطقی جماعت تھی اور اس نظریے کا تضاد، نظام ہستی کے ساتھ تھا۔

اب ہم اس برابری اور مساوات کی بات کرتے ہیں جسے آئین اسلام نے پیش کیا ہے اور اُس کے اصول یہ ہیں:

اجتماعی مساوات

ہماری مراد مساوات اجتماعی سے انسانوں کے درمیان برابری ہے۔ کالے اور گورے سے لے کر عرب و غیر عرب تک، کسی بھی نسل و رنگ کو دوسرے پر کوئی برتری نہیں، مگر تقویٰ، خداوند متعال نے فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾(۱)

۱۔ اے لوگو؛ میں نے تمہیں ایک مرد و عورت سے خلق کیا ہے۔ اور تمہیں گروہ و قبیلہ قرار دیا تا کہ ایک دوسرے کی پہچان حاصل ہو سکے۔ درحقیقت صاحب اکرام، اللہ کے نزدیک تم میں سے وہ ہے جو پرہیزگار ترین ہو، بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ سورہ حجرات (۴۹) آیہ ۱۳

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ اس آیہ کا سبب نزول یہ تھا کہ غلاموں میں سے ایک آزاد ہونے والے نے، بنی یمامہ کی ایک خاتون سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کے خاندان سے فرمایا کہ لڑکی کی شادی اِس آزاد شدہ غلام سے کردی جائے۔

اُنہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا : کیا ہم اپنی بیٹی کا نکاح آزاد شدہ غلاموں سے کردیں ؟ اس ہنگام اِس آیت نے مسلمانوں کے درمیان جو بھی موانع تھے، اُن کو ختم کردیا۔ اس بنیاد پر سب مسلمان ایک خاندان کی مانند ہیں کہ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر یہ کہ تقویٰ ہو۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جیسا شیوہ اور طریقہ تھا۔

امام زین العابدین سید الساجدین علی بن حسین علیہ السلام نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کو آزاد کیا اور اس کی آزادی کے بعد اس سے نکاح کرلیا۔

عبدالملک نے اس واقعہ کو غنیمت جانا اور امام علیہ السلام کو خط لکھا جس میں اُن کے اِس کام کو مناسب قرار نہ دیتے ہوئے امامؑ کی بے حرمتی کرنا چاہی اور لکھا ''اما بعد مجھے خبر ملی ہے کہ آپؑ نے اپنی آزاد کردہ کنیز کو زوجہ بنالیا ہے اور آپ خود جانتے ہیں کہ قریش کے درمیان آپؑ کے لئے عورتوں کی کمی نہیں جو کہ زوجیت

کے لحاظ سے اُس سے بہتر تر ہیں۔ فرزندوں اور خاندان کے لحاظ سے فائدہ مند ہوں مگر اس شادی سے آپ نے نہ اپنا پاس کیا اور نہ اپنے فرزندوں کا' گویا سب کی عزت خراب کی''

جب یہ خط امام زین العابدین علیہ السلام کو پہنچا اور آپؑ نے دیکھا کہ روح جاہلیت اِس میں موجزن ہے۔ پس جواب خط میں تحریر کیا: اما بعد تمہارا خط مجھے ملا اس سے مجھے تم نے ایک آزاد کردہ کنیز سے نکاح کرنے کو، کم تر جانا اور مشورہ دیا کہ قریش میں ایسی خواتین مل جائیں گی کہ اُن سے نکاح کر سکتا تھا کہ اِس سے بزرگی پہنچتی، اولاد و خاندان اِس سے فائدہ مند ہوتا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بزرگی میں کوئی بلند تر نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا کوئی خاندان اُن سے بلند تر ہو۔ یہ خاتون میری کنیز تھی۔ میں نے اللہ کے فرمان کے مطابق جس سے میں جزا کی اُمید رکھتا تھا۔ وہ آزاد کر دی گئی ۔ پھر سنت رسولؐ اللہ کی بنیاد پر اُس سے عقد نکاح کیا اور جو بھی پاک دین ہو۔ اس کے کام اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اللہ تعالی نے اسلام کے سبب سے پستیوں کو بلند کیا اور ناقص کو کامل کیا، مذمت (خرابیوں) کو ختم کیا، پس مسلمان آدمی میں خرابی نہیں، کسی مسلمان کو پست خیال کرنا، خصلتِ جاہلیت ہے(۱)

۱۔ حیاۃ الامام موسی بن جعفر علیہ السلام، ۱۳/۱ و ۱۴

عبدالملک اس منطق اسلامی سے واقف ہی نہ تھا کہ اسلام نے ایسی تمام تقسیم و تفریق کو ختم کر دیا ہے. اسی وجہ سے اس نے امامؑ کو ایک کنیز سے کہ اُس کی آزادی کے بعد شادی کرنے کو قبیح خیال کیا ،اُس نے اپنے اعتراض سے کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی؟ شریعت اسلام میں مسلمان آدمی ،مسلمان عورت کے ساتھ برابر ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب کا،جبکہ ان کی والدہ عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کی زوجیت میں دے دیا اور نسلی برتری چاہنے والوں کے باطل تصورات کو خاک میں ملا دیا۔

اسلام نے ،تکبرّ وغرور جاھلیت کے خلاف جنگ شروع کر کے،آبا اور انساب پر افتخار کا خاتمہ کر دیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:تم سب فرزندان آدم ہو اور آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔وہ جو اپنے آبا واجداد پر ناز کرتے ہیں ،وہ یہ بے جا برتری بھلا دیں یا یہ کہ اللہ تعالی کے نزدیک ذلیل (۱) خوار تر ہوں (۲) نیز فرمایا: اے لوگو! خداوند تعالی نے ننگ جاھلیت اور تمھارے آبا کے دورۂ تکبرّ

۱۔سیاہ رنگ کا ایک کیڑا جو قلاب بالان کے راستے سے ہے۔

۲۔تفسیر ابن کثیر،۲۳۳/۴(سورہ حجرات)۔سنن الکبری،۲۳۲/۱۰۔الجامع الصغیر،سیوطی،۲۸۸/۲۔کنز العمال،متقی ھندی،۵۲۷/۳۔مجمع الزوائد،ھیثمی ۸۶/۸۔

کو مٹا دیا ہے۔

لوگ دو طرح کے ہیں: جو نیک کام کرنے والے اور پرہیز گار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آبرومند ہیں اور جو خلاف قانون اسلام کام کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روسیاہ اور ذلیل وخوار ہیں (۱)

اسلام نے مساوات کے اصولوں کو انسانی فطرت کی بنیاد پر رکھا ہے۔ اور کسی گروہ کو کسی گروہ پر برتری نہیں دی مگر تقوی اور عمل صالح رکھتے ہوں۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

خداوند نے بہشت کو ان کے لئے خلق کیا ہے جو اُس کی اطاعت کرے، خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور آتش (دوزخ) کو اُس کے لئے خلق کیا ہے جو اُس کے حکم کے خلاف، عمل سے سرپیچی کرے، اگر چہ وہ قریش کا کوئی سردار ہی کیوں نہ ہو (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے خاندان سے خطاب فرمایا:۔ اے اولاد ہاشم! لوگ میرے پاس اپنے اعمال کے ساتھ نہیں آئیں گے اور تم اپنے نسب کے ساتھ اور کہو: ہم ذریت محمدؐ ہیں؟ (۳)

۱۔ فتح الباری، ابن حجر، ۳۸۲/۶۔ تفسیر القرطبی، ۳۴۱/۱۶۔ تفسیر ابن کثیر، ۲۳۳/۴۔

۲۔ الصحیفۃ السجادیہ، ۱۷۷، مناقب آل ابی طالب، طبری، ۲۹۱/۳۔ بحار الانوار، مجلسی، ۸۲/۴۶۔

۳۔ احکام القرآن، ۱۰۲/۱۔ بحار الانوار، مجلسی، ۴۱/۷

اپنے خاندان اور نسب کی بنیاد پر جاہلیت میں فخر وتکبر کرنا عام تھا لیکن اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا: خود شناس بنو! تم کسی سے زیادہ نیک نہیں اور کسی کالے سے زیادہ برتر نہیں ہو مگر یہ کہ تقویٰ پروردگار سے، برتری حاصل کرو۔

عبدالرحمٰن بن عوف، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر تھا، اُس نے ایک شخص سے کہا: اے سیاہ پوست خاتون کے بیٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس بات سے غضب ناک ہو گئے اور اُسے کہا: کسی سفید زادے کو سیاہ زادے پر کوئی برتری نہیں ہے مگر حق کی بنیاد پر(۱)

اپنے آباء واجداد کی بنا پر فخر وافتخار کرنا بے جا ہے ،جس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے. بلندی وافتخار صرف اعمال صالح اور ان خدمات کی وجہ سے ہونا چاہئے جو آدمی اپنے ملک اور قوم کے لئے انجام دے نہ کہ اپنے آباء واجداد کی بزرگی پر یا اپنی ثروت مندی پر جس سے زیادہ تر لوگوں کا تعلق نہیں، پر فخر ومباحات کرے اب ہم بعض طرح کی مساوات اجتماعی کو بیان کرتے ہیں۔

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۲۲۵

مساوات، قانون کے مقابل

تمام لوگ قانون کے سامنے، چاہے کوئی آقا ہو یا نوکر، قوی ہو یا ضعیف، برابر ہیں، اسلام کا دستور اور قانون یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے برخلاف عمل کے بارے میں غضب کا اظہار کیا ہے۔ اس وقت جب آپ ؐ سے درخواست کی گئی کہ ایک خاتون کو جس نے چوری کی ہے محض اُس کو خاندان کی بلندی کی بنا پر چھوڑ دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:۔ وہ جو تم سے پہلے تھے اس بنا پر ہلاکت میں گر گئے کہ جب بھی کوئی ضعیف گناہ کا ارتکاب کرتا اُسے سزا دیتے اور اگر کوئی اُونچے خاندان والوں کا مرتکب ہوتا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہؑ بنتِ محمد سے بھی یہ عمل سرزد ہوتا تو بیشک اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ بیمار تھے منبر پر گئے اور مسلمانوں سے خطاب فرمایا: اے لوگو:۔ جس کی بھی کمر پر میں نے تازیانہ مارا ہو مجھ سے بدلہ لے لے اور جس کا مال لیا ہو مجھ سے طلب کر لے اور جس کی بھی حیثیت وآبرو کی توہین کی ہو اُس کا بھی بدلہ لے لے اور کوئی کسی وجہ سے یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ رسول خدا مجھ سے کینہ رکھتے تھے کیونکہ کینہ رکھنا

۱۔ الخراج، ابو یوسف، ۵۰

میری شان اور میرے اخلاق میں نہیں ہے اور پسندیدہ ترین تم میں سے میرے نزدیک وہ ہے جو اپنا حق میری گردن پر رکھتا ہو، وہ مجھ سے لے لے یا مجھے حلال کر دے میں اس طریقہ سے خدا عزوجل کے پاس جاؤں کہ کسی پر بھی کوئی ستم نہ کیا ہو(۱)

اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُتر آئے اور نماز ظہر ادا کی اور پھر منبر پر چلے گئے اور اپنے کلام کی دوبارہ تکرار کی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت بھی عادلانہ مساوات و برابری کا لوگوں میں اعلان کیا جبکہ آپؐ کی زندگی کی آخری ساعتیں تھیں، اس مساوات کو اپنے اُوپر بھی اجراء کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور شہر علم کے باب امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دور خلافت میں ،آپؑ نے ایک یہودی کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ اُس کے پاس میری زرہ ہے، اس کے باوجود قاضی نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ امیر المومنین علیؑ اس فیصلے سے بالکل بھی ناراحت نہ ہوئے۔ اس عمل سے ثابت کیا کہ انصاف کے قیام میں سب برابر ہیں، قاضی کے نزدیک، باشاہ و رعایا، آقا و نوکر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۱۔ موسوعہ الامام امیر المومنین علی بن ابیطالب، ۸۲/۲، کامل، ابن اثیر، ۱۹۴/۲

حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں حضرت علیؑ نے یہودی مرد کے خلاف دعوی کیا تھا۔حضرت عمر نے آپؑ سے کہا :اے ابوالحسنؑ آپ فریقِ مخالف کے ساتھ کھڑے ہوں۔امام پر غصہ کی کیفیت طاری ہوئی۔

فیصلے کے بعد حضرت عمر نے امام علیؑ سے استفسار کیا:اے ابوالحسن شاید میرے یہ کہنے کہ اپنے مخالف یہودی کے پاس کھڑے ہو جاؤ،آپؑ ناخوش ہوگئے تھے؟ امام علیؑ نے فرمایا بالکل نہیں، بلکہ اس لئے کہ تم نے مجھے کنّیت سے پکارا تھا اور میرے مخالف کے درمیان مساوات کو قائم نہیں رکھا، جب کہ مسلمان اور یہودی قانون کے تحت مساوی ہیں۔

عدالت میں مساوات

اسلامی قانون میں مدعی و مدعا علیہ کے درمیان برابری کا معاملہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ ایک کو دوسرے پر مقدم رکھا جائے، اس برابری کی خوبصورت شکل فقہا نے اس طرح پیش کی ہے:

ا۔مدعا و مدعا علیہ کے درمیان سلام کرنے میں مساوات۔اس بنا پر قاضی کو حق نہیں ہے کہ ایک کو سلام کرے اور دوسرے سے چہرہ موڑ لے،اگرچہ وہ قاضی کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے ہر دو قاضی کو سلام کرتے ہیں ویسے ہی وہ دونوں کو یکساں جواب دے، ہر طرح کی تکریم میں اُن کے درمیان برابری برقرار رکھے

۲۔ مدعا و مدعا علیہ سے گفتگو میں برابری رکھنا. قاضی کو حق نہیں ہے کہ ایک سے مخاطب ہو اور دوسرے سے بے اعتنائی برتے۔

۳۔ قاضی کے پاس پیشی کے لئے دونوں میں برابری ہو۔

۴۔ دونوں کے لئے مساوی احترام: قاضی کو حق نہیں ہے کہ دونوں میں احترام میں ایک کو مقدم رکھے۔

۵۔ دونوں کے بیٹھنے میں برابری: قاضی کو حق نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے بلند جگہ دے بلکہ دونوں کو بیٹھنے کے لئے ایک جیسی جگہ دے

۶۔ دونوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آنا۔

۷۔ دونوں کے کلام کو سننا: قاضی کو حق نہیں ہے کہ ایک کا کلام اور دلائل سنے اور دوسرے کے کلام اور دلائل پر توجہ نہ دے۔

۸۔ قاضی پر لازم ہے کہ ہر دو کے دعویٰ اور دلائل کے لئے مساوی حق دے اور عدالت کو یکساں اُن دونوں کے درمیان قرار دے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ قاضی دونوں کیلئے اپنے احساسات اور میل ورغبت میں برابری رکھے(۱)

قیام انصاف کیلئے اسلام نے جس مساوات کا درس دیا ہے وہ ادیان آسمانی اور مکاتب اجتماعی میں کہیں نہیں ہے۔ اور اسلام نے اس برابری و مساوات کو

۱۔ اللمعۃ، کتاب القضاء، ۲/۳۷

عدالت میں، لوگوں کے درمیان فروغ دیا ہے۔

۳۔ مالیات، ٹیکس میں برابری

اسلام نے تمام انسانوں کے لئے یکساں مالیات رکھی ہے۔ اور کسی کے لئے جو بھی اعلیٰ مقام یا منصب رکھتا ہو اس مالیات سے معافی نہیں ہے. مثال کے طور پر خمس و زکوۃ ہر مسلمان پر جو کہ شرائط کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

یہاں پر یاددہانی مناسب ہے کہ انقلابِ فرانس کے اہم ترین اسباب میں ایک مالیات ہے کہ طبقات بالا سے ٹیکسز نہیں لیتے تھے اُن کے علاوہ مالیات سب سے لیا جاتا تھا۔

۴۔ ملازمت و انتصاب میں برابری

اسلامی برابری کے قانون میں، حکومتی ملازمت و مناصب میں عوام کو برابر کے حقوق حاصل ہیں، یہ کہ فلاں گروہ ملازمت حاصل کر سکے اور فلاں دوسرا محروم رہے۔ اس بناء پر ہر آدمی جو قابلیت رکھتا ہو اور اس میں شرائط موجود ہوں سزاوار ہے اُس کو ملازمت دی جائے اور اس بارے میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے کہ وہ نزدیک ہو یا دُور۔۔۔ یہ ہیں بعض برابری اور مساوات کے مادے اسلام میں

استثناء برائے سربراہ حکومت

طبقہ اشرافیہ میں عدم مساوات قدیم ادوار سے آج تک وہ مناصب جو حکومت

یا علاقہ کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں ان کے لئے کوئی قانون نہیں یعنی وہ ہر قانون سے بالاتر ہوتے ہیں جو حقوق بشر کے نظام سے متصادم ہے ۔ دنیا کے بیشتر ممالک جن میں مغربی دنیا بھی شامل ہے اپنے حکومتی سر براہ، بادشاہ، صدر یا وزیر اعظم کے لئے کچھ استثنائی قانون رکھتے ہیں۔

ا۔ صدر مملکت کا استثنیٰ

بیشتر مغربی اور دوسری حکومتوں نے سر براہ مملکت کو بادشاہ ہو یا صدر، قانون کی گرفت سے بالاتر قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ ملک کے اعلیٰ مناصب پر اہلکاروں کو متعین کرتے ہیں. ڈنمارک اور سپین کی حکومتوں نے، جمہوریت کے اعلان سے پہلے اپنے دستور میں اس موضوع پر تصریح کر رکھی تھی لیکن انگلستان کے دستور میں، صرف بادشاہ کے لئے استثنیٰ مخصوص رکھا ہے۔ کسی فعل کے لئے جوابدہ نہیں ہے۔

مصر اور بلجیئم کے دستور میں موجود ہے کہ سر براہ مملکت ہر طرح کے مجازات سے محفوظ ہے۔ اٹلی اور روم کے نظام بادشاہی ختم ہونے سے پہلے وہاں بھی یہ ہی قانون تھا .انیسویں صدی یہی قانون رہا کہ بادشاہ چاہے جو بھی جرائم اور خیانت انجام دے، تب بھی اس کی حمایت کی جاتی تھی ۔ یہاں تک کہ فرانس میں صدر حکومت کو ملت کے ساتھ خیانت کو جرم قرار دیا، بعد میں چیکوسلوا کیہ اور دیگر غربی

اور شرقی حکومتوں نے بھی یہی قانون اپنالیا(۱)

۲۔ دوسری حکومتوں کے سربراہوں کو مستثنیٰ رکھنا

ایک معاہدے کے تحت، دوسری حکومتوں کے سربراہان چاہے وہ بادشاہ ہوں یا صدر اگر دوسرے ملک میں جرائم کے مرتکب ہوں تو ان پر کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی نہیں کی جائے گی، چاہے اُن ممالک میں رسمی وارد ہو یا غیر رسمی، اس معافی کے تحت بادشاہ یا صدر کے دیگر ساتھی بھی مستثنیٰ ہونے میں عفو و درگذر کے بارے میں اس طرح استثناء کے اس لئے قائل ہیں کہ محاکمہ کرنا غیر ممالک میں، اکرام واحترام مہمان کے منافی، ناسازگار ہوگا۔

جبکہ یہ عقلی اور منطقی طور پر درست نہیں یعنی سربراہ جرم کا مرتکب ہو تو وہ احترام کے قابل نہیں ہے کیونکہ اُس نے خود اپنے آپ کو سطح پستی میں گرالیا ہے۔ اس بنا پر وہ قواعد مہمانی اور احترام سے نکل گیا اور اس کے ساتھی بھی اس طرح ہیں۔

۳۔ سفارتی عملے کا استثنیٰ

قوانین قراردادی کے تحت، حکومتوں نے باہمی معاہدوں کے تحت متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ ملکوں کے سفارتی عملے پر مقامی قانوں لاگو نہیں ہوگا، یہ معافیت صرف عملے کے لئے نہیں ہے بلکہ ان کے جتنے بھی ساتھی، رشتہ دار اور سفارت خانوں

ا۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۸۶

میں تمام کام کرنے والوں کے لئے ہے۔ اس قانون سازی اور اس کے نفاذ کی دلیل یہ ہے کہ کوئی حکومت ، کسی حکومت کے بارے میں مداخلت کرنے کا حق نہیں رکھتی، لہذا اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے اُن کے لئے استثنٰی ضروری ہے۔ البتہ جاسوسی کے الزام کے تحت، اُس حکومت میں جہاں یہ کام کرتے ہوں وہ صرف یہ حق رکھتی ہے کہ اُن کو اپنے ملک سے نکال دے ، اس کے علاوہ اُن کو کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔

۴۔ ارکان اسمبلی کا استثنٰی

بعض حکومتوں نے خصوصی قوانین کے تحت پارلیمنٹ کے ممبروں کو خلاف قانون کام کرنے پر سزائیں دینے سے معاف کررکھا ہے۔ مصر کے قانون کے مطابق اس پر عمل کیا جاتا ہے اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو اس دستور (۱) کے تحت کچھ آزادی دی گئی ہے، جبکہ حال یہ ہے کہ یہ آزادی عوامی اداروں کے بلند عہدے داروں اور دوسروں کو نہیں دی گئی ہے اور وہ اسطرح خصوصی مراعات نہیں رکھتے۔

۵۔ ثروت مندوں کے لئے استثنٰی

قانون مصر کے تحت، ثروت مندوں کو غریبوں پر امتیاز حاصل ہے۔ اس طرح

۱۔ الدستور المصری مادّہ ۱۰۹۔

کہ اگر کوئی ثروت مند جرم کا ارتکاب کرے اور اُس کو سزا بھگتنے جیل جانا ہو تو اگر چاہے تو وثیقہ مالی سے مقدمہ یا اپیل کر کے فیصلے تک حکم میں تاخیر ڈال سکتا ہے۔ لیکن اگر وثیقہ مالی ادا نہ کرے تو اپیل کے نتیجہ کے انتظار کے دوران، لازمی ہے، جیل جائے (۱) لیکن اگر غریب ہو اس کے پاس مالی ضمانت نہ ہو، تو جیل جائے گا اُس وقت تک جب تک اپیل کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ا قانونِ مصر ملزم کو اجازت دیتا ہے کہ اپنی جیل ہونے پر اپیل کرے اور قاضی، ضمانت مالی کے ساتھ اُس کو آزاد کر دے (۲)

لیکن غریب و نادار، ضمانت مالی ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو وہ جیل جائے گا (۳)

۶۔ مشہور و معروف رفوجی اشخاص کو استثنٰی

مصر میں چونکہ عمومی برابری کا قانون نہیں لہذا کسی رکن اسمبلی یا اعلیٰ فوجی افسر کے خلاف متعلقہ مجاز ادارے کی اجازت کے بغیر مقدمہ درج نہیں کیا جا سکتا البتہ عام شہری کا یہ حقوق حاصل نہیں۔

اس امتیاز کی دوسری مثال، اگر ایک شخص کو دوسرے سے کوئی نقصان پہنچ جائے تو

ا۔ قانون تحقیق الجنایات المصر ی مادہ ۱/۸۰

۲۔ الدستور المصر ی مادّہ ۱۰۹

۳۔ قانون تحقیق الجنایات المصر ی مواد ۱۰۴۔۱۱۰

اس کے ازالے کا تقاضا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر مدعا علیہ با نفوذ لوگوں میں سے ہو، تو معقول رقم کی ادائیگی کر کے نقصان کی تلافی کی جائے گی اور اگر وہ تہی دست لوگوں میں سے ہوا تو اس کے نقصان کی تلافی تھوڑی رقم سے کی جائے گی.

مرحوم عبدالقادر عودہ ان اُمور کے بارے میں طنز آمیز تبصرہ میں کہتے ہیں:

یہ ہے وہ مضحکہ خیز نظریہ برابری، جس کی دستاویز عوام کو پیش کی گئی ہے اور جس میں ہر طرح کے امتیازات موجود ہیں. امیر، غریب، حاکم ومحکوم، آقا وغلام، نادار ومالدار، ایک گروہ برگروہ دیگر یعنی کہیں بھی مساوات وبرابری کا کوئی تصور موجود نہیں(۱)

یہ قوانین لوگوں کے درمیان طبقات وتفریق کو وجود میں لاتے ہیں۔ عدالت کی بنیادوں کو متزلزل کرتے ہیں، یکجہتی کو پارہ پارہ کرتے ہیں اور لوگوں کے درمیان جدائی کا سبب بنتے ہیں۔

مساوات عادلانہ کہ انسان اس کے سایہ امن وآرام پاتے ہیں ۔ شریعت اسلامی، حقوق وفرائض کا لوگوں کے درمیان نظام برقرار کر کے، ہر طرح کے امتیاز کو دُور کرتی ہے کہ اس میں سب برابر ہیں، یہ دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آتا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساوات اور برابری کا جس طرح اپنی

۱۔ التشریع الجنائی الاسلامی ۱/۳۱۱۔۳۱۵

سیرت و ہدایت میں اعلان کیا کہ عربی صحرا نشین آپؐ کے پاس آتے تھے اور ہیبت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دل میں چھا جاتی اور اُنکے جسم کے بند بند پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس پر اُن کو نصیحت کرتے اور فرماتے: اطمینان سے بیٹھو! میں ایک قریشی خاتون کا فرزند ہوں کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوئے گوشت کو کھاتی تھی (۱)

یہی عدالت و مساوات کا درس ہے جو آنحضرتؐ کی سیرت طیّبہ سے ملتا ہے اور معاشروں اور ملکوں میں عدل اجتماعی قائم کرنے اور فروغ دینے کا ضامن ہے۔

آزادی

اسلام میں حقوق بشر کا آٹھواں اصول، آزادی ہے جو ارتباط، حقوق بشر کے بارے میں اعلان کرتا ہے۔ اور اس کو اہم ترین حقوق میں سے شمار کیا ہے۔

آزادی، ہَوا کے مانند ہے جو سانس کے لئے ضروری ہے کہ اِس کے بغیر زندگی ممکن نہیں. آزادی کن معنوں میں کس مفہوم کے ساتھ اسلام سے تعلق رکھتی ہے، اس پر گفتگو کرتے ہیں.

آزادی کا مفہوم لغت میں

لغت میں آزادی کے معنی، غلامی و بندگی سے آزادی کے ہیں اور کبھی اس کے

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۲۷۷۔ ۲۷۹

معنی قید و بند سے آزادی و رہائی کے آتے ہیں۔

آزادی کا مفہوم اسلام میں

آزادی، اصطلاح اسلامی میں تین معنی میں، اشتراک لفظی کے مطابق ہے
ا۔ غلامی سے آزادی، کہا جاتا ہے کہ فلاں آزاد ہے یعنی بندہ نہیں ہے۔ ۲۔ رضا و اختیار، کہا جاتا ہے کہ فلاں اپنی رفتار میں آزاد ہے یعنی مجبور نہیں ہے۔
۳۔ جاہلانہ رسم و رواج اور خرابیوں سے آزادی، اسلام نے معاشرے کو بتوں کی عبادت سے آزاد کرا لیا اور اُنکی عقل کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا کر کے ارادوں کو نجات بخشی اور انھیں شرک و کفر کی لعنت سے نجات دلا کر ہدایت سے مالا مال کر دیا۔

آزادی کی حدود

وہ آزادی جسے اسلام نے قبول کیا ہے، مطلق نہیں بلکہ محدود ہے، اس حد تک اغیار کے منافع و مصالح کے لئے کام نہ کرے جیسے جاسوسی کرنا غیر حکومت کے مفاد کے لئے، مناسب نہیں ہے۔ اس طرح کا عمل واضح ترین ناروا ہے اور اس کی سزا موت ہو سکتی ہے۔ خداوند متعال فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَ لَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ

لَحۡمَ أَخِيهِ مَيۡتاً فَكَرِهۡتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾(۱)

نیز انسان جو تجارت اور دیگر معاملات میں بطور کامل آزاد نہیں ہے اور یہ نہیں کر سکتا کہ تجارت و معاملات میں سود کھائے اور دوسروں کا استحصال کریں یا کس طرح اُن کو دھوکہ دیں۔ آدمی اِن کاموں کو انجام دینے میں آزاد نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کو کوئی نقصان پہنچانے کا حق نہیں رکھتا. اسلام نے ان جیسے تمام کاموں سے منع کر رکھا ہے. آزادی اسلامی زندگی کے قوانین کے دائرے میں ساتھ ہے اور یہ اس سے جدا نہیں ہے

آزادی کی اقسام

وہ آزادی جو اسلام نے انسان کو بخشی ہے اس کی بہت قسمیں ہیں، از جملہ:

۱۔ آزادی عقیدہ

اسلام نے بہت وسیع معنوں میں آزادی عقیدہ و اظہار کو قبول کیا ہے مسیحوں اور یہودیوں کسی کو بھی مجبور نہیں کرتا کہ اسلام کو قبول کر لیں بلکہ اُن کو اس طرح دعوت دی ہے جو تمام آسمانی ادیان میں مشترک ہے اور وہ توحید پروردگار عظیم ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

۱۔ اے وہ جو ایمان لے کر آئے ہیں، وہ بہت سے گمانوں سے پرہیز کای کریں کہ اُن میں سے بعض گمان گناہ ہیں، جاسوسی و تجسس نہ کرو اور نہ تم میں سے بعض، بعض کی غیبت کریں کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے کراہت کرو (پس) خدا سے ڈرو، خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ سورہ حجرات (۴۹) آیہ ۱۲

﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبلیغی مشن بھی فطری عقیدے اور اصولوں کی اہمیت واضح کرنا تھا اگر چاہتے ہو تو اس پر ایمان لے آؤ اور اگر نہیں تو اُس کو ترک کر دو۔ پروردگار عزوجل اپنے رسول سے فرماتا ہے:

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّر. لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ﴾(۲)

نیز اللہ تعالی نے فرمایا

﴿ وَ قُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاء فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاء فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءتْ مُرْتَفَقاً﴾(۳)

۱۔ آپ کہیں: اے اہل کتاب! اس کلمہ کی جانب آجاؤ جو ہمارے اور تمھارے یکساں ہے۔ لازمی ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو بھی اِس کا شریک قرار نہ دیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے رب نہ بنائیں۔ پس اگر (اس پیش نہاد سے) اعراض کریں تو کہہ دیں گواہ رہو، کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ آل عمران (۳) آیہ ۶۴

۲۔ پس نصیحت کر دو کہ تم تنہا نصیحت دینے والے ہو اور اُن پر تسلط نہیں رکھتے ہو۔ غاشیہ، (۸۸) آیہ ۲۱۔

۳۔ اور تم کہہ دو! حق تمہارے پروردگار سے ہے۔ پس جو چاہتا ہو، قبول کرلے اور جو چاہے انکار کردے، کہ ہم نے ستمگروں کے لئے آتش تیار کر رکھی ہے. جس کے شعلے اُن کو پکڑ لیں گے، اگر فریاد کریں گے تو اُبلتا ہوا پانی جو پگھلے ہوئے تانبہ کی طرح ہوگا، سے ان کی مدد کی جائے گی وہ ان کے چہروں کو جھلسا دے گا۔ وہ، کس قدر بُری شراب ہے اور کس قدر بُرا ٹھکانہ ہے۔ کہف (۱۸) ۲۹۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ، پروردگارِ عالم کا پیغام تبلیغ کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

﴿ نَحنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچے گا اگر مسیحی یا دوسرے لوگ اپنے عقیدہ اور آئین پر باقی رہنا چاہتے ہوں ۔ خداوند متعال اپنے پیغمبر سے ارشاد فرماتا ہے

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعاً أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾(۲)

اسلام تمام ادیان ونظریات کے حامل افراد سے وسعت قلب ونظر سے ان کی خامیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے مخاطب ہوتا ہے۔

گولڈزیہر نے کہا:

اسلام نے دانشوری کے ساتھ فطری تقاضوں مدّنظر رکھتے ہوئے اپنا

۱۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں ہم اُن سے زیادہ واقف ہیں اور آپ زبردستی کرنے والے نہیں۔ پس یہ (وسیلہ) قرآن سے جو بھی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے خوف عذاب دلاؤ۔ ق (۵۰) آیہ ۴۵

۲۔ اگر تمہارا پروردگار چاہتا، بالیقین زمین پر رہنے والے سب ایمان لے آتے، پس کیا تم لوگوں کو مجبور کرتے ہو کہ سب ایمان لے آئیں؟ یونس، (۱۰) آیہ ۹۹

پیغام پیش کیا اور ترقی کرتا گیا تا کہ طاقتور بن کر اُبھرے لہذا صدر اول میں لوگ مجبوراً اس دین میں ہرگز شامل نہیں ہوئے۔

ادیان توحیدی، جیسے یہودی و مسیحی و زرتشتی (آتش پرست) نے اپنے احکام دین آسمانی کتابوں سے حاصل کئے۔ اُس وقت جزیہ دیتے تھے اور آزادی کے ساتھ اپنے دینی مراسم کو انجام دیتے اور حکومت اسلامی کی حمایت سے بہرہ مند ہوتے. اسلام ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالتا، یہ صرف انتظامی معاملات میں حاکم تھا اور اسلام کس حد تک وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتا ہے اس کی مثال ہندوستان ہے جہاں حکومت اسلامی کے سایہ میں قدیم مذاہب کے پیروکار، ان قربان گاہوں اور معابد میں اپنے مراسم انجام دیتے رہے (۱)

''دوزی'' اسلام کی وسعت نظر کو، دوسرے ادیان کے مقابل اس طرح یاد کرتا ہے:

مسیحیوں کے روز و شب، حکومت اسلامی کے سایہ میں ایسے نہ تھے کہ اُن کو شکوہ و شکایت کی طرف لے کر جاتے۔ اس پر اضافہ یہ کہ عرب، وسعت نظر کے قائل تھے اور اُمور دینی میں کسی پر اجبار نہیں کرتے تھے۔ مسیحیوں نے بھی عربوں کی خصوصیات، وسعت نظر اور عدل کی تعریف کی اور اُن کی حکومت کو، جرمنی اور

۱۔ مواقف حاسمہ، ۲۰

مغربی حکومتوں پر ترجیح دیتے تھے(۱)

اسلام میں دینی آزادیوں کا اس حد تک علمبردار ہے کہ مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کی ذاتی زندگی میں کسی قسم کی مداخلت کرسکیں، بالخصوص شخصی حالات میں وہ اپنے دین کے احکام میں رجوع کرنے کی پوری آزادی رکھتے بہر حال، تاریخ نے کوئی واقعہ نقل نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل کتاب کو اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اِس وجہ سے قتل یا شکنجہ دیا ہو یا اُس کو زندان میں ڈالا ہو یا اُن کو اپنے دین کے بارے میں آداب ورسوم کو بپا کرنے سے منع کیا ہو۔

البتہ، جزیہ کو اُن لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے واجب قرار دیا تا کہ وہ حکومت اسلامی میں رفاہی وفلاحی نظام کے حصّہ دار بنیں اور اُن کی حفاظت کی جائے۔

آزادی عقیدہ واظہار کی بابت

الف۔آزادئ افکار

ملٹن، انگلستان کا مشہور شاعر، آزادئ افکار کی تعریف اس طرح بیان کرتا ہے آزادی فکر ونظر، یہ ہے کہ انسان اپنے اور اطراف کے حالات بخوبی سمجھ کر

۱۔موافق حاسمہ،۲۰ و ۲۱

بلا روک ٹوک انھیں بیان کر سکے۔ یہ بنیادی اور اہم حق ہے اور دیگر تمام حقوق پر فوقیت رکھتا ہے۔

اسلام نے اندیشہ وفکر کی حدوں کو وسعت دیتے ہوئے آدمی کو دعوت دی ہے کہ وہ کائنات کی کھلی فضاء میں پرواز کرے ۔ اسلام نے عقل اور آنکھیں بند رکھنے پر مذمت کی ہے اور عقل و دانش کو دعوت دی ہے، حیرت ناک کائنات کی معلومات کے رازہائے سربستہ کو کشف کرنے کی جستجو وجدوجہد کرے۔

آزادی اندیشہ وفکر سے ہی پیشرفت علمی کا کام ہوتا ہے۔ جو انسان کی ترقی و تمدن کے ارتقاء کے لئے کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔

ب۔ آزادی نظر

آزادی بیان، چاہے زبانی ہو یا قلم سے، آزادی افکار کے پھیلنے پھولنے کا سبب بنتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس وسیلے سے گمراہی اور بدعت لوگوں کے درمیان نہ پھیلائی جائے یا فتنہ انگیز نہ ہو اور اُمتِ مسلمہ میں جدائی کا باعث نہ بن سکے، کسی پر تہمت نہ لگائی جائے یا وہ منافی اخلاق و آداب اسلامی نہ ہو۔ اس طرح کی تحریر و تقریر کو اسلام جائز نہیں جانتا اور اس طرح کے لوگوں کو قانون کی گرفت میں لایا جاتا ہے۔

اسلام میں آزادی نظر جائز ہے اور طبیعی طور پر ہر انسان کا اس پر حق جانتا ہے

انسان آزاد ہے وہ جو کہنا چاہتا ہے، اُس میں بحث ومباحثہ کرے، حکومت پر تنقید کر سکتا ہے اگر وہ راہ حق سے منحرف ہو جائے لیکن آئین اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اِس آزادی کو سماج میں افتراق وانتشار پھیلانے کے لئے استعمال کرے۔

عبدالقادر عودہ کہتے ہیں:

آزادی بیان، شریعت کی حدود میں بلاشک سب کو حاصل ہے تاکہ منفعت حاصل ہو، ترقی کی جائے، بلند پروازی، برادری، دوستی اور احترام افراد اور گروہوں کے قرب کے لئے ہو اور اُمت میں حق گوئی، میدان عمل میں ہمکاری کے مواقع فراہم ہوں اور ذاتی اور بیہودہ خواہشات کی تکمیل کرنے والوں کے نکیل ڈال دیتی ہے(۱)

اسلام میں آزادی کو بہت اہمیت ہے، مختلف انداز سے اُس کی تعریف کی ہے۔ اسلام آزادی کو ہر انسان کا طبیعی حق جانتا ہے لیکن اُس وقت تک جب کسی پر ستم نہ کیا جائے اور کسی کی آبرو کو مخدوش نہ کیا جائے، اس طرح کی آزادی کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ اسلام انسان کو کچھ حدود میں آزادی دیتا ہے تاکہ سماجی نظام وتوازن محفوظ رہے اور صفوں میں اتحاد رہے۔

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۶۸

۲۔ آزادی سیاست

آزادیوں کی اقسام میں سے، ایک آزادیٔ سیاست ہے جسے اسلام قبول کرتا ہے۔

جون بارڑس، سیاسی آزادی کو اِس طرح پہچانتا ہے:

سیاسی آزادی یہ ہے کہ آدمی حکومتی اداروں اور معاشرہ میں ایک فعال فرد ہو۔ اس طرح کے مواقع میسّر ہوں کہ اُس کی باتیں سنی جاسکیں اور وہ قانون سازی اور حکومت کی تشکیل میں اپنا رول ادا کرے اور اپنے ان حقوق سے استفادہ کر سکے جو اُس کو آزادیٔ بیان اور آزادیٔ رائے حق کے تحت حاصل ہے(۱) اسلام بھی لوگوں کو سیاسی آزادی دیتا ہے اور حکومت کے لئے لازم ہے کہ اُسکی حمایت کرے۔ البتہ قانون سازی شریعت اسلامی کی اساس پر ہوگی اس میں کسی کو بھی مداخلت کا حق نہیں اور اسی نظام کے تحت حکومتی سسٹم چلے گا ۔ لوگوں کو سیاسی و اجتماعی آزادی ہے مثلاً:

الف۔ آزادیٔ اجتماعات

آزادیٔ اجتماعات کی شریعت اسلامی میں مکمل اجازت ہے۔ شریعت اسلامی نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے اور یہی روح

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۱۶۸

نمازِ جماعت وحج کی ہے تا کہ مسلمان ایک دوسرے سے آشنا ہو جائیں اور دوسروں کے سامنے متحد رہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ اجتماع منافی مصلحت اُمت نہ ہو۔ اور اُن کو گمراہی کی جانب نہ بلائے یا یہ کہ ہوائے نفس کے لئے نہ ہو، جس کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں ہے۔

ب۔ جماعتیں بنانے کی آزادی

ادبی مشاغل یا اُمور خیر کی انجام دہی کیلئے جماعت وانجمن بنانے کی اجازت ہے، اسی طرح رفاہی اور فلاحی ادارے بھی تشکیل دیئے جاسکتے ہیں کوئی بھی ایسی جماعت یا انجمن جو دین اسلام کے نظریات سے متصادم ہو جیسے کمیونسٹ یا لادینی پرچار کرنے والی جماعت، بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ آزادی مدنی

آزادی مدنی سے مراد، فرد کو مکمل آزادی بخشنا ہے تا کہ وہ اپنے محل سکونت میں حسب میل ورغبت کاروبار یا روزگار تلاش کرے۔

آزادیٔ مدنی کی متعدد شاخیں ہیں جن میں

الف۔ آزادیٔ شخصی

آزادیٔ شخصی سے مراد یہ ہے کہ آدمی آزاد ہے کہ اپنی خواہش ورغبت کے مطابق صنعت وحرفہ اختیار کرے. اس شرط کے ساتھ کہ یہ صنعت کارخانۂ شراب

سازی یا ساخت آلات لہو وقمار وغیرہ نہ ہوں کہ اسلام کی نگاہ میں حرام ہیں۔ نیز مرد و عورت شریک زندگی کے انتخاب میں مکمل آزاد ہیں اگر وہ محرمات میں شمار نہ ہو جیسے بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی یا از جملہ محرمات رضاعی بہن وغیرہ، ان کے علاوہ آزاد ہے۔ اِسی طرح انسان انتخابِ تعلیم میں جیسے میڈیکل، کیمیائی علوم۔۔۔ کہ اگر چاہے تو اُن میں تحقیق کرے اور متخصص بن سکتا ہے، آزاد ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ اُس کے میل ورغبت سے اُسے منع کرے۔

ب۔ آزادی انتخابِ مسکن

انسان زمین وعلاقہ میں، جہاں لینا چاہے مکمل آزاد ہے۔ جس طرح انتخاب گھر وکاشانہ میں، جس میں وہ سکونت اختیار کرنا چاہتا ہے، اِس شرط کے ساتھ وہ غصبی نہ ہو۔ اگر غصبی ہو تو سکونت اُس میں جائز نہیں ہے۔ نیز انسان آزاد ہے کہ وہ اپنے ملک میں زندگی گذارے یا اُس کو ترک کردے، کوئی حق نہیں رکھتا کہ اُس کو اپنے ملک میں یا دوسرے ملک میں رہنے پر مجبور کرے۔

۴۔ آزادیٔ اقتصادی

اسلام میں آزادی ہے کہ ہر طرح کی تجارت یا صنعت جو اُس کی ثروت میں اضافہ کا سبب بنے، اُس کے لئے وہ جدّ وجہد کرے اور حکومت بھی اُسکی صنعت وکارخانہ اور تجارت میں حمایت کرے تاکہ زندگی اقتصادی، حکومت اسلامی میں

ترقی کرے. شارع مقدس نے اقتصادی آزادی کی حدود کو متعین کیا ہوا ہے صرف مصلحت عمومی کی بنا پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں۔ شارع مقدس، سُود اور ذخیرہ اندوزی جو ناجائز منافع کے حصول کے لئے ہو اُس سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے اقتصادی بحران پیدا ہوتا ہے اور سرمایہ ایک طبقے میں جمع ہوتا ہے لہذا منع کیا ہے.

آزادی اقتصاد کی شاخیں

انفرادی مالکیت

انفرادی مالکیت فردی سے ہماری مراد یہ ہے کہ انسان آزادی سے اپنے مال و دولت میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔ اُس کو حق حاصل ہے کہ اپنی ثروت کو فروخت کرے یا کرایہ پر دے یا کسی کو ہبہ یا عاریت دے یا جس طرح چاہتا ہے اُس میں تصرف کرے۔

اسلام نے مالکیت کا باقائدہ قانون بنایا ہے غصبی جائیداد کی خرید وفروخت کی مطلق اجازت نہیں ہے۔

یہ آزادی کی اقسام ہیں جن کو اسلام نے انسان کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ ایسی آزادیاں کسی آسمانی دین یا سماجی اور معاشرتی گروہوں میں پائی نہیں جاتیں
عبدالقادر عود کہتے ہیں:

اسلام نے صدیوں پہلے جو نظریہ آزادی پیش کیا اور رائج بھی کر دیا وہ اٹھارویں

صدی کے آخر بلکہ انیسویں صدی کے آغاز تک کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا بلکہ آزادی کا نام لینے سے اس وقت قید و بند اور سلاسل کا شکار کئے جاتے تھے یہ ایک واقعیت اور تاریخی حقیقت ہے۔لیکن اس کے باوجود اگر کوئی اس دروغ محض کی اصلیت جاننا چاہے کہ اس دعویٰ میں کہاں تک سچائی ہے کہ ''یورپ پہلے ہیں جو داعیانِ آزادی ہیں'' یہ صرف شریعت اسلامی سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہے شاید یورپی حضرات اِس ناآگاہی سے کسی حد تک معذور رہے ہوں مگر اسکا اقرار نہیں کرتے (۱)

البتہ، اسلام نے بشر کو کامل آزادی بخشی ہے اور یہ آزادی، اُس کے مزاج اور خواص وضروریات زندگی کا حصّہ سمجھتا ہے. تمام حقیقت پوری وضاحت سے پیش کر کے اس موضوع کو تمام کرتے ہیں۔

روابط انسانی

اسلام میں حقوق بشر کے حوالے سے ۹ نمبر قانون انسانوں کے باہمی روابط سے متعلق ہے. انسانوں کے درمیان موجودہ لسانی ونسلی اختلاف کے باوجود، انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور حدیث میں آیا ہے: سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام خاک سے ہیں۔

۱۔التشریع الجنائی فی الاسلام ۱/۳۶-۳۷

روئے زمین کے عظیم علمدار عدالت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لوگ دو گروہوں پر مبنی ہیں ، اُن میں ایک تمھارے برادر دینی ہیں اور دوسرے خلقت میں تم جیسے ہیں (۱)

ایک دن حضرت علیؑ کوفہ کے ایک کوچہ سے گذر رہے تھے کہ ایک بوڑھے آدمی کو گدائی کی حالت میں دیکھا۔ حضرتؑ یہ دیکھ کر پریشان ہوگئے آپ کے ساتھیوں نے کہا: یا امیر المومنین! یہ مسیحی ہے۔ حضرت نے فرمایا:

وہ مسیحی ہی کیوں نہ ہو! اس کے بعد دوسروں مسلمانوں کی طرح اُس کے لئے بھی بیت المال سے وظیفہ معین کیا کیونکہ فقر باعث کفر ہے اور لازم ہے، معاشرے سے ختم کیا جائے۔

اسلام میں انسان آبرو و حرمت کا مالک ہے اور انسان سے رابطہ رکھنا اہم ترین رابطوں میں سے ایک ہے اور اسلام نے سب سے پہلے اِس کی طرف توجہ دے رکھی ہے۔ اخوّت (بھائی چارا) جس کا فرانس نے نعرہ بلند کر کے اپنے انقلاب کی نشانی و علامت بنایا اور اقوام متحدہ نے بھی اُس کو قبول کیا، کسی بھی شکل میں فرانس اور غربی حکومتوں میں اس کا نشان و وجود نہیں تھا۔ جس وقت فرانس کے لوگوں کے درمیان بھائی چارے کا اعلان کیا جا رہا تھا تو آتشِ کینہ اور دشمنی

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۵۳

کے شعلے وہاں اور دوسرے ممالک میں بلند تھے اور خون کی ندیاں بہائی جا رہی تھیں۔ الجزائر، افریقہ، ہندوچین اور دوسرے ممالک میں بھی برادری کے نعرے بھی لگائے گئے مگر عملاً ستم جاری رہا اور اس طریقے سے شعار اخوّت 'بھائی چارا' جس کا فرانس نے اعلان کیا گیا تھا، محض پُر فریب نعرہ اور ڈھکوسلا ثابت ہوا۔

فقر کا قلع قمع

حقوق بشر کا دسواں قانون، اسلام نے اُس کو جو قائم رکھا ہوا ہے اُسکے ذریعے معاشرے سے فقر و فاقہ کو دُور کرنا ہے ۔ مفلسی ایک ایسا عنوان ہے جو انسانیت کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: فقر سسک کر مرنا ہے. امام امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عزوجل نے اپنے بندوں کو فقر سے زیادہ، دردناک ترین تازیانے نہیں مارے. امام امیر المومنین علی علیہ السلام نے فقر و فاقہ سے بیزاری اور نفرت کا اِس طرح اظہار کیا ہے، آپؑ نے فرمایا : اگر فقر و فاقہ ایک انسان کی شکل میں، میرے سامنے حاضر ہو تو بے شک میں اُس کو قتل کر دوں گا۔

آئمہ معصومین علیہم السلام کی ایک دُعا میں آیا ہے: بارالہا! میں کفر اور فقر و فاقہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں! مجھے فقر و فاقہ کی خواری سے، عزتِ توانگری کی منزل تک پہنچا دے۔

ابوذر، صحابی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں: جو اپنے گھر میں کھانے کو کچھ نہ رکھتا ہو، تو کیوں تلوار لے کر دوسروں پر ٹوٹ نہیں پڑتا؟(۱)

فقر وکفر لازم وملزوم ہیں، جہاں فقر پہنچے گا، وہاں الحاد وکج روی بھی وارد ہو جائے گی۔

کسی مقالہ نگار نے تحریر کیا ہے:

بحران معاشی اگر دیر تک رہے، تو یہ عقل کو ضعیف کر دیتا ہے۔ اُس کی وجہ سے علم وحکمت کے مکاتب ویران ہو جاتے ہیں جو زندگی میں رونق اور سعادت مندی کی لوگوں کو نوید دینے والے ہیں(۲)

یہ سماجی مطالعہ بڑا منطقی ومستحکم ہے۔اس لئے ایک جانب بے اندازہ دولتمند طبقہ دوسری جانب نان شبینہ کے محتاج کڑوروں غریب ومفلس عذاب میں مبتلا، جن کا ہر دن آنے والا دن یا خودکشی کی طرف ایک قدم ورنہ جرم وڈکیٹی پر اُبھارتا ہے۔

اسلام نے اپنے آغاز سے ہی فقر وفاقہ اور اُس جیسے دوسرے مسائل کو دُور کرنے کی کوشش کی ہے اور اس رہگذر سے اقتصادی عمارت اس طرح تعمیر کرنا چاہا تاکہ اس بنا پر فقر وفاقہ کا سایہ اپنی جگہ نہ رہے۔

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۲۱۷

۲۔ حرکات الشیعہ المتطرفین، ۲۹

اسلام نے اپنی حاکمیت کے دنوں میں فقر کے تمام آثار کو اپنے سے دُور کر دیا تھا اور اُس وقت، معاشرہ میں ایسا کوئی نہ تھا جو ننگا یا بھوکا ہو۔

تاریخ نگاروں نے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ایک مرد نے اپنے بیٹے کو صدقہ دیا کہ کسی فقیر کو دے دو. اُسکے فرزند نے دمشق کی گلی کوچے میں تلاش کیا مگر کوئی فقیر نہ ملا اور صدقے کو اپنے والد کے پاس واپس لوٹا دیا۔

مفلسی اور غربت ان دنوں، اہم ترین مشکلات جہانی میں سے ہے۔ اقتصاد دانوں نے اِس مشکل کو حل کرنے کے لئے بہت زیادہ کوششیں کیں تا کہ انسان کو اِس درد و رنج سے رہائی ملے۔ جن کی جڑیں یا تو نظام سرمایہ داری ورنہ کیمونزم سے ملتی ہیں لیکن اس مسئلے کو حل کرنے میں قطعی طور پر نا کام رہے سرمایہ داری نظام فردی منفعت اور زیادہ فائدے کے حصول کی خاطر وضع کیا گیا ہے کہ اس روش سے، ذخیرہ اندوزی، سودمندی اور منافع خوری اور دوسرے راستے کہ جس سے فردی ثروت میں اضافہ ہو سکے یعنی سودمندی میں اضافہ اور منفعت وغیرہ انجام پاتا ہے اس نظام نے فقر و محرومیت میں اضافہ کیا ہے اور دنیا اس کی وجہ سے مزید رنج و مشقت کا شکار ہے۔

نظام کیمونیزم، یہ نظام پورے ملک کی ثروت کو، اجتماعی ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ فردی مالکیت کو یہ جائز نہیں مانتا. قطعی طور پر یہ غیر عقلی و فطری ہے اس لئے

کہ انسان میں اپنی ملکیت، مکان و دولت وغیرہ رکھنے کا بنیادی رجحان موجود ہے جسے دبانا ممکن ہی نہیں۔

کیمونزم کے نظریہ کے نفاذ کے لئے بدترین ظلم روا رکھا گیا، ہزاروں شہریوں کا قتل عام کر دیا لیکن پھر بھی اپنے پروگرام میں کامیاب نہ ہوسکی اور بالآخر شکست کا ذائقہ چکھنا پڑا اور اپنی سرزمین یعنی سویت یونین (روس) کو ویران کر دیا فطری میلان اور انسانی مزاج سے مخالفت کی بنیاد پر، اسے گمراہ کر دیا۔ بہرحال غربت افلاس ومحرومی کے خلاف جہاد کرنے کیلئے سب کو مسلح ہوکر میدان عمل میں آجانا چاہئے۔ یہ عالم بشری کا اہم ترین مطالبہ ہے۔ انسانوں کی اکثریت جیسے افریقی اور دوسری اقوام بہت مشکلات کا سامنا کر رہی ہیں اور بھوک وافلاس اور بیماری کی وجہ سے معرض ہلاکت میں پڑی ہوئی ہیں اور اس حالت میں ثروت مند افراد وملک فراوان سرمایہ رکھتے ہیں، ان مصیبت زدوں کی جانب توجہ نہیں کرتے اور اُن کو اِس رنج ودرد سے جو اُن کے سروں پر ہے، نجات نہیں دیتے ! کہاں ہیں حقوق بشر؟

قصّہ مختصر یہ کہ کوئی ایسا نظام اقتصادی نہیں ملتا کہ اقوام عالم چین وسکون سے زندگی گذار سکیں اور فقر وفاقہ کے بھیانک سایے کو اُن کے سروں سے دُور کیا جا سکے۔

بے شک نظام اسلام کے علاوہ کہیں حل نہیں ، جو مسلمانوں کی ایسی اخلاقی تربیت کرتا ہے کہ سود ، منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیتا ہے اور لوگوں کو اجتماعی زندگی چین وامن سے گذارنے کے لئے اکٹھا رکھتا ہے۔

خرابیوں کو ختم کرنے کے لئے زیبا ترین نظام ہے۔نظام اقتصادی اسلام،صحیح روش کے ساتھ معاشرے کے کسی ایک فرد کو نقصان نہیں پہنچاتا یا اُس کے حق سے کوئی کوتاہی نہیں کرتا،فقر وغربت ومحرومی کے مسئلہ کو حل کر کے اس باب مصیبت کو قفل کر دیا ہے۔

علامہ محمد اقبال کہتے ہیں:

شریعت اسلامی کے دقیق ترین مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں،اس شریعت کو بہت اچھی طرح سمجھا جائے اور پھر لازمی طور پر اس کا نفاذ کیا جائے کیونکہ یہ شریعت سب کو حقوق زندگی کی ضمانت دیتی ہے۔

نیز اضافہ کہتے ہیں:

بھوک بنیادی اور شدید مسئلہ ہے ہماری خوش بختی ہے کہ شریعت اسلامی کو لاگو کر کے اور اسے وسعت دینے سے،ہم اِس مشکل پر قابو پا سکتے ہیں (۱)

۱۔ دراسات اسلامیہ، ۲۸۸

پیداوار میں اضافہ

کسی بھی ملک میں پیداواری صلاحیت میں اضافہ خواہ زراعتی ہو یا صنعتی، تجارت ومعدن اُن اسباب میں سے ہیں کہ حیات اقتصادی کی تجدید کرتے ہیں

روزگار کے مواقع فراہم کرنا

وہ حکومت جو اپنے نظام کو اسلامی آئین وقانون کے مطابق چلاتی ہے اُس کی ذمہ داری ہے کہ ہم وطنوں کے لئے روزگار کے مناسب مواقع فراہم کرے جیسے کارخانے، ملیں، فیکٹریاں بنانے سے لے کر عمومی اقتصادی منصوبے تک سب کی زندگی رواں رکھنے کے لئے شہ رگ ہیں اور فردی آمدنی میں اضافے کا سبب بنتی ہے، آمادہ کریں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے خطاب میں کوفیوں سے اس کا اعلان کیا اور فرمایا:

اے لوگو! میرا تم پر حق ہے اور تمہارا مجھ پر حق ہے۔ مجھ پر یہ ہے کہ تمہاری خیر خواہی میں کسی طرح دریغ نہ کروں اور وہ حق جو بیت المال پر رکھتے ہو اُسکی حفاظت کروں اور تمہیں تعلیم دوں تا کہ ناواقف نہ رہو، اور آداب زندگی سکھاؤں تا کہ تربیت یافتہ ہو جاؤ، اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ تم اپنی بیعت میں میرے ساتھ وفادار رہو اور بہر حال یہ حق ادا کرو۔ جب تمہیں بلاؤں تو آ جاؤ، جب فرمان دوں اُسے

قبول کرو اور عہد کو پورا کرو(۱) وہ حق جو امام پر اپنے عوام کے لئے ہے، وہ خراج و مالیات اور دوسرا مال ہے جو بیت المال میں ہے۔

بیشک یہ حقوق آمادہ کرنا اس طرح ممکن ہے کہ پیداوار میں اضافہ ہو اور وسائل کار فراہم کئے جائیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام مالک اشتر کو دستور (قانون) حکمرانی تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادکاری ضروری ہے کیونکہ خراج میسر نہیں ہو سکتی مگر زمین کی آبادکاری سے۔

امام علی علیہ السلام نے مزید فرمایا:

جو آباد لئے بغیر خراج چاہتے ہیں وہ شہروں کو ویران کرتے ہیں اور بندوں کو ہلاک کرتے ہیں اُن کا کام درست نہیں ہوتا اور اگر سنگین و بھاری مالیات کا گلہ کریں یا اس آفت کا جو فصلوں کو پہنچ جاتی ہے یا پانی کہ اُن کی فصلوں تک نہ پہنچ سکے یا بارش کے نہ ہونے پر یا زمین کا بیج جو غرق ہونے یا پانی نہ ملنے کی بنا پر تباہ ہو جائے تو اُن کے خراج میں اتنی کمی کردو جو اُن کے حالات دُرست ہونے میں مدد ہو، حاکم وزن کو ہلکا کریں، اُن کو ایسا دیکھیں کہ اُن کا کام دوبارہ دُرست ہو

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۷۹

جائے(۱)

دولت کو چاہیے کہ ملک کو شادو آباد رکھنے کے لئے محصولات یعنی کھیتی باڑی میں افزائش کے کام کرے کہ یہ اقتصاد کا ستون ہے اُس میں ہر طرح کی اعانت کرے جہاں تک روزگار فراہم کرنے کا تعلق ہے وہ مختلف حالات اور عوامل پر منحصر ہے مگر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ملازم پیشہ طبقے سے لیکر بے کاری اور غربت سے نجات دینے کے لئے روزگار شغل کے اسباب فراہم کریں۔

کم آمدنی لوگوں سے مالیات نہ لینا

کم آمدنی والوں سے مالیات نہ لینا یا کم کرنا درحقیقت وہ محکم سبب ہے جو موجب افزائش صنعت وزراعت اور وضع اقتصادی میں بہبود بخشتا ہے ۔انسانی ہمدردی کا یہ سلوک لوگوں میں زیادہ محنت کرنے اور آمدنی بڑھانے کا سبب بنے گا جس سے صنعت وزراعت میں اضافہ ہوگا۔

امام امیر المومنین علی علیہ السلام،حسب ضرورت اس کام کی تاکید فرماتے ہیں، اپنے ایک ماتحت کو فرماتے ہیں:

اور۔۔۔خراج حاصل کرنے کے لئے سردیوں اور گرمیوں کے موسمی لباس اور جن مویشیوں سے کام لیتے ہیں،اُن کو نہ بیچو(۲)

۱۔نہج البلاغہ،نامہ ۵۳

۲۔نیز،نامہ ۵۱

بے شک یہ وہ اقدام ہیں جو کہ فقر کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے میں مدد دیتے ہیں اور صنعت وزراعت میں موجب افزائش بنتے ہیں اور بھاری ٹیکسز اقتصادی پہیہ رک جانے کا باعث بن سکتے ہیں جو معاشرے کو مشکلات میں مبتلا کردے گا اور رفاہ اجتماعی کے منصوبوں میں رکاوٹ ڈال دے گا۔ اقتصاددان، نامناسب اور بھاری ٹیکسز کی ناگوار خرابیوں کا اِس طرح تذکرہ کرتے ہیں:

۱۔ بھاری ٹیکسز سے تاجر وصنعتکار میں بے چینی پھیلتی ہے۔ لوگ نااُمیدی کا شکار بن جاتے ہیں اور اُن کی پیشہ وارانہ فعالیت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ملکی ثروت، صنعت وزراعت میں کمی واقع ہوتی ہے۔

۲۔ اگر ٹیکس کی شرح زیادہ ہوگی تو لامحالہ اخلاقی خرابیاں پھیلیں گی کیونکہ انسان اپنی فطرت کی بنا پر ٹیکس ادا کرنے سے بچنے کی طرف بہت کوشش کرتا ہے، پس جب ٹیکس کی شرح بہت زیادہ اور نامناسب ہوجاتی ہے وہ غیر قانونی اور غیر اخلاقی راستے جیسے فریب، فرار، جھوٹ، مکر سے کام لیتا ہے جو فساد اخلاقی ہیں۔

۳۔ سنگین مالیات بھی ایک سبب بنتا ہے کہ لوگ اُن ممالک کی طرف ہجرت کریں جن کا نظام مالیات متناسب ہو اور یہ واضح ہے کہ اس طرح اقتصادی عمل میں سستی اور رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ بھاری اور نامناسب ٹیکس کی شرح کی وجہ سے سرمایہ دوسرے ممالک میں

منتقل ہونے لگتا ہے اور اِس سے عمومی اقتصاد پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے ، ملک کی معیشت دُرست نہیں رہتی اور معاشرے پر پریشانی اور کمی کے بادل منڈلانے لگتے ہیں(۱)

عراق پر کیمونسٹ حکومت کے زمانے میں عوام اقتصادی بحرانوں کا شکار تھے سرمایہ داروں نے اس خوف سے کہ کہیں کیمونسٹ اُنکا سرمایہ زبردستی چھین نہ لیں تو اپنا مال و دولت دوسرے ممالک منتقل کردیا۔

اس کے علاوہ سنگین مالیات لوگوں اور حکومت کے درمیان نفرت اور خلیج پیدا کرتی ہے اور وہ ہر اُس تحریک کا ساتھ دیتے ہیں جو حکومت کے خلاف ہوتی ہے لیکن وہ ٹیکس جن کی اسلام نے صراحت نہیں کی ، اس کا لگانا جائز نہیں ہے اور شریعت اسلامی بھی کسی وجہ سے اُسے مباح قرار نہیں دیتی۔

ذخیرہ اندوزی

اسلام نے ذخیرہ اندوزی کو سختی سے منع کیا ہے کیونکہ یہ عمل ضرورت مندوں بلکہ سب لوگوں کے لئے نقصان دہ ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو بھی کھانے کی اشیاء کو چالیس دن ذخیرہ کرے گا تو اس کا اللہ سے تعلق و رشتہ ختم اور خداوند بھی اُس سے بری اور بیزار ہو گیا(۲)

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام، ۲۲۱

۲۔ مستدرک الوسائل، محدث نوری، ۱۳/۲۷۳

امام امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے عہد نامہ میں مالک اشتر سے فرماتے ہیں:
اس کے باوجود، جان لو کہ بہت سے تاجر لین دین میں بہت زیادہ تنگ نظر اور کنجوس ہیں، وہ زیادہ نفع کے حصول کے لئے سامان کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور جو دل چاہتا ہے من چاہے دام فروخت کر دیتے ہیں، یہ چیز عوام کے لئے نقصان دہ ہے۔

حکمرانوں کے لئے عیب اور ننگ و عار ہے لہذا ذخیرہ اندوزی کو روکا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس سے منع فرمایا ہے۔ خرید و فروخت مناسب نرخ، درست ترازو کے ساتھ یہ سہولت ہو کہ کوئی بھی دونوں طرف سے یعنی بیچنے والا اور خریدار کو نقصان نہ پہنچے پس جو بھی ممانعت کے بعد ذخیرہ اندوزی کا مرتکب ہو، اُسے مناسب سزا دی جائے اور کیفر تک پہنچایا جائے (۱)

ذخیرہ اندوزی سب کے لئے نقصان دہ اور پریشانی کا باعث ہے کیونکہ بازار میں مسابقت کم ہوتی ہے اور اُس پر منافع بہت زیادہ حاصل کیا جاتا ہے۔

اقتصاددانوں میں سے ایک نے کہا:

اقتصاد اور کاروبار سے آشنا ہوں یا نا آشنا، سب معترف ہیں کہ بازاری رقابت کے کیا فوائد ہیں اور ذخیرہ اندوزی میں کیا کیا نقصان ہیں اور ان دونوں میں

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۵۳۔

تناقض ہے۔ رقابت کے فوائد یہ ہیں کہ پیداوار و مصنوعات میں اضافہ ہوتا ہے اور تدریجاً قیمت کم ہوتی ہے تاکہ کم آمدنی والا طبقہ، زیادہ اِس سے مستفید ہو سکے نیز رقابت نفع کے تناسب کو کنٹرول کرتی ہے اور ثروت کو ایک عادلانہ روش کے ساتھ سب کے درمیان، تمام معاملات میں تقسیم کرتی ہے۔

جبکہ ذخیرہ اندوزی کے نقصانات بالخصوص افزائش قیمت، بلاوجہ ظاہر ہوتے ہیں(۱)

اسلام نے لوگوں کو بھوک و بدبختی، فقر وفاقہ سے محفوظ رکھنے کے لئے، ذخیرہ اندوزوں سے سختی سے نمٹنے کا حکم دیا ہے۔

سُود

اقتصاد اسلامی کے اصولوں میں نہایت اہم قانون سود کے بارے میں ہے جیسا قرآن وسنت میں آیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا

﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِى يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَى فَلَهُ مَا

۱۔ فوائد الثمرات الاحمدیۃ فی المباحث الاقتصادیہ ۹۱

سَلَفَ وَ أَمْرُهُ إِلَى اللّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾(۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ. فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ. وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(۲)

احادیث شریف

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی سُود کھائے گا، اللہ تعالیٰ اُسی سود کے برابر جو اُس نے کھایا ہے اُس کے شکم کو دوزخ کی آگ سے بھر دے گا اور اگر سود کے ذریعے سے مال حاصل کیا ہو۔ تو اللہ تعالی اُس کا کوئی

۱۔جو سود کھاتے ہیں (قبر سے) اُٹھیں گے مگر اُس شخص کی مانند کہ جس کو شیطان نے چھویا ہو اور وہ حواس باختہ ہو گیا ہو۔ یہ اِس وجہ سے ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ لین دین بھی سود کی مانند ہے۔ اور حال یہ ہے کہ خداوند نے تجارت کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس کو بھی اُن کے پروردگار کی جانب سے کوئی نصیحت پہنچ جائے (سود سے) اور سود سے رُک جائے اور جو لے چکا ہے، اُس کے لئے ہے۔ اور اس کا معاملہ خداوند کے لئے ہے۔ اور جو (سود کی) باز نہ آئے وہ جہنم کے اہل ہیں اور وہ اُسی میں رہیں گے۔ بقرہ (۲) آیہ ۲۷۵

۲۔وہ جو ایمان لیکر آئے، اللہ سے ڈرو، اگر مومن ہو۔ اور جو ربا (سُود) لوگوں پر باقی ہے اُس کو چھوڑ دو۔ اگر تم نے (اسطرح) نہ کیا تو جان لو کہ خدا اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ اور اگر توبہ کر لو گے تو تمہارا اموال، تمہارا ہی ہے۔ نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہوگا۔ اور اگر (مقروض) تنگ دست ہو پس گشائش تک مہلت (دو) اور (اگر ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو) تو معاف کرنا بہتر ہے۔ اگر تم جان سکو۔ سورہ بقرہ (۲) آیہ ۲۷۸۔۲۸۰

عمل قبول نہیں کرے گا یہ اُس وقت تک جب ربا میں سے ایک قیراط بھی اُس کے پاس رہ گیا ہو. یہ ہی نہیں بلکہ خداوند اور اُس کے فرشتے اُس پر لعنت کرتے رہیں گے (۱)

۲۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: سود لینے اور دینے والا، لکھنے والا اور گواہ سب گناہ میں برابر ہیں (۲)

۳۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : سود کا ایک درھم لینا، اللہ تعالی کے نزدیک ایسے ہے جیسے ستّر زنا، اللہ کے گھر میں کرنا، وہ بھی اپنے محارم (ماں بہن بیٹی وغیرہ) کے ساتھ (۳)

مختصراً جو بیان ہوا، اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہماری زیر نظر ہیں جو سود کو حرام قرار دیتی ہیں۔ سود لینے، دینے اور واسطہ بننے والا، لکھنے والا اور اس کی شہادت دینے والا، ہمیشہ ہمیشہ دردناک عذاب دوزخ میں بھگتے گا۔

مالیات (ٹیکسز)

اسلام نے جو بھی مالیات کا نظم وضع کیا ہے وہ اسلامی اقتصاد کی خصوصیات میں شمار ہوتا ہے اور اسی کے مطابق حاصل کیا جائے جو خداوند متعال نے واجب کیا

۱۔ وسائل الشیعہ ، حر عاملی، ۱۲۲/۸

۲۔ کافی، کلینی ۱۴۴/۵، ج ۲

۳۔ نیز ج ۱

ہے،تو فقر و فاقہ ختم ہوجائے۔اس مالیات کی کچھ اقسام ہیں کہ اُن میں از جملہ:

زکوٰۃ

زکوٰۃ انفرادی خواہش یا صوابدید پر منحصر نہیں کہ اگر چاہے تو ادا کرے اگر نہ چاہے تو اس کی مرضی بلکہ ایک حق لازم ہے کہ حکومت اُس کو لے بلکہ اُس کے حصول کی خاطر تمام ضروری اقدامات کرے۔زکوۃ نماز کی مانند، ستونِ اسلام ہے اِس کی اہمیت کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اس کو تیس بار یاد کیا گیا ہے از جملہ:

۱۔اللہ تعالی فرماتا ہے

﴿وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾(۱)

۲۔دوسرے مقام پر

﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاء وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴾(۲)

فلسفہ زکوۃ، سماجی بہبود کے لئے ہے جو فقیر و غریب لوگوں کی حمایت کرتا ہے اور اُن کو بھوک و افلاس سے نجات دیتا ہے۔

۱۔نماز کو قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔بقرہ (۲) (۴۲)

۲۔انھیں صرف یہ حکم دیا گیا کہ وہ خالص دین رکھتے ہوئے خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔نماز قائم کرو، زکوۃ دو، اور دین میں پائیداری، یہ ہی تو ہے۔بینہ (۹۸) آیہ ۵

یہ ہی محکم پن ہے۔زکوۃ کوئی بخشش یا احسان نہیں ہے بلکہ یہ ایک اجتماعی حق ہے کہ حکومت اسلامی اُسکے لینے کی ذمہ دار ہے اور اگر کوئی دینے سے انکار کرے ، تو وہ طاقت وقوت سے حاصل کرسکتی ہے۔

اہم نکات

زکوۃ کے مصرف کے بارے میں،اہمیت وتوجہ کے قابل امور درج ذیل ہیں:

۱۔ زکوۃ جس علاقے سے لیا جائے اسی جگہ خرچ کیا جائے، یہ نہیں ہوسکتا اُسے اُس جگہ سے دوسرے مقام پر منتقل کردیا جائے،اگر کوئی چیز اضافہ رہ جائے تو اُسے بیت المال میں لوٹا دیا جائے تا کہ اُن موارد میں جو اُس کے لئے معین کئے گئے ہیں،خرچ کیا جائے۔

۲۔معین شدہ لوگ ہی زکوۃ سے استفادہ کرسکتے ہیں جو عبارت ہیں فقراء ، مساکین،جمع کرنے والے،مقروض جو قرض ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں غلاموں کو آزاد کرنے کی خاطر،دلوں (مخالفوں) کو راغب کرنے کیلئے،خدا کے راستے میں خرچ کرنا،عمومی کاموں کے لئے جیسے پل،مدارس اور ہسپتال اور اِن جیسے کام کرنا۔مذکور شدہ موارد کے بارے میں قرآن مجید میں تصریح کی گئی ہے.

خداوند متعال نے فرمایا

﴿إِنَّمَاالصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

قُلُوبُهُمۡ وَفِی الرِّقَابِ وَالۡغَارِمِینَ وَفِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِیلِ فَرِیضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیمٌ حَکِیمٌ﴾(۱)

فقیر کون ہے؟

فقیر وہ ہے کہ جو بالقوہ یا بالفعل اپنے لئے ایک سال کے کھانے پینے کے وسائل نہ رکھتا ہو۔ علاوہ ازیں اگر اُس کا شمار ذیل میں سے کسی بھی زمرے میں ہو تو وہ فقراء میں شامل ہے:

۱۔ اُس کے لئے اور اُس کے خاندان کے لئے مناسب گھر نہ ہو۔

۲۔ اُس کے اور اُس کے بال بچوں کے لئے لباس، اُس معیار کا جسے اس جیسے لوگ استعمال کرتے ہوں۔

۳۔ خادم یا نوکر جو اُس کے لئے اور اس کے بال بچوں کے لئے خدمت کے فرائض انجام دے اگر خادم کی ضرورت کسی بنا پر ہو۔

۴۔ سواری جیسے کار، موٹر سائیکل وغیرہ، جو ہمارے زمانے میں استعمال ہوتی ہیں، یہ چیزیں رکھتا ہو لیکن ایک سال کا کھانے پینے کا انتظام نہ رکھتا ہو، تو اُسے فقیر گنا جائے گا اور اُس کا حق ہے کہ اپنے کار زندگی اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے

۱۔ صرف صدقات (زکوۃ) برای فقراء و مساکین اور جو اُس کو جمع کرنے والے ہیں اور نیز مخالفوں کے قلوب کو مائل کرنے کی خاطر اور غلاموں کو آزاد کرانے کی خاطر، مقروضوں اور راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے اور جو مسافر راستے میں محتاج ہو جائیں، اللہ تعالی کی جانب سے ایک فریضہ ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ سورہ توبہ، آیہ ٦٠

کی خاطر زکوۃ لے ۔ نیز اُس کے لئے جائز ہے کہ اپنی ضرورت کی واجبی اشیاء خرید لے۔

ایک آدمی نے امام حسن علیہ السلام سے کسی بارے میں پوچھا کہ وہ گھر اور خدمت کار رکھتا ہے، کیا وہ زکوۃ لے سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: اگر حاجت مند ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اُس کو زکوۃ دی جائے۔

وہ رقم جو زکوۃ کی مد میں جمع کی جاتی ہے، اجتماعی فلاح و بہبود کے کاموں میں مصرف ہونا چاہئے تا کہ غربت وفقر سے نجات ملے یہ زکوۃ کے بارے میں منتخب کلمات تھے، جو فقہ اسلامی کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

خمس

خمس، اہم ترین مالیات میں سے ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے۔ اُس نے فرمایا:

﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُمْ بِاللَّهِ وَ مَا أَنزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾(۱)

۱۔ جان لو، اگر تم نے کسی چیز کو غنیمت میں حاصل کر لیا ہو تو اُس کا پانچواں حصّہ اللہ، رسول کا و راُس کے خاندان کے لئے، یتیموں، مسکینوں اور اُس کے محتاج کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ اور جو کچھ اپنے بندے پہ نازل کیا، روز جدائی (حق و باطل) کہ وہ دو گروہ باہم روبرو ہوئے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
سورہ انفال (۸) آیہ ۴۱

حضرت ابوبکر نے سیاسی مصلحتوں سے کام لیتے ہوئے رسالتمآب کی میراث کو قومیا لیا اور پھر خمس کے حکم کو بھی ترک کر دیا، ان اقدامات سے اہل بیت نبوت علیہم السلام کا حق غصب ہوا جو پوری امت میں اپنے فضائل و کمالات کی بنیاد پر عظمت و بزرگی کو حامل تھے۔

خمس، فقہاء امامیہ کی نظر میں سات چیزوں پر واجب ہے۔

ا۔غنیمت: عبارت ہے کہ ہر وہ چیز جو مسلمان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام معصومؑ کی اجازت سے ہونے والے جہاد کی وجہ سے جو (بغیر چوری یا دہشت سے) اموال کو حاصل کریں یہ اموال منقولہ ہوں یا غیر منقولہ۔

۲۔معادن: جیسے تیل، طلاء، جواہرات۔۔۔جو کہ زمین سے نکالے جاتے ہوں۔

۳۔سمندر میں غوطہ لگا کر جیسے مروارید و مرجان وغیرہ۔

۴۔حلال مال میں حرام اس طرح مخلوط ہو جائے کہ ایک دوسرے کو جدا کرنا مشکل ہو جائے اور اُس کی مقدار اور صاحب مال کی پہچان نہ ہو سکے۔

۵۔گنج یا دفن شدہ زمین میں سے حاصل ہونے والا خزانہ جس کے بارے میں ملکیت معلوم نہ ہو یہ دفینہ چاہے سرزمین اسلام میں ہو یا غیر جگہ میں۔

۶۔زمین جو مسلمان سے کافر ذمی کو منتقل کی جائے خریداری یا کسی اور وسیلے

سے۔

۷۔کسب وکار سے جو منفعت ہو۔ایک سال کے خرچ سے جو اضافہ ہو جیسے تجارت، زراعت اور دوسرے راستے کسب وکار کے جن سے منفعت ہو ، اُن کے اضافے پر خمس واجب ہے۔

اُس خمس کا آدھا حصہ سادات فقراء کو ، اللہ تعالی اُن کے شرف میں اضافہ کرے، دے دیا جائے۔اور آدھا دوسرا حصہ، امامؑ کا ہے جو غیبت امام معصوم علیہ السلام میں اُن کے نائب اور نمائندہ شرعی، کہ مومنین اُن کی تقلید کرتے ہوں دے دیا جائے تا کہ مسلمانوں کی منفعت میں اسے خرچ کیا جائے۔

یہ چند کلمات مالیات کے سلسلے میں جو اسلام نے فقراء اور حاجت مندوں کی خاطر واجب قرار دیئے ہیں۔

اجتماعی ضروریات

اجتماعی ضروریات کی تکمیل، اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے جو شہریوں کی معیشت کے لئے، اُس کی ذمہ داری وضمانت پر مبنی ہے کہ اُس کے بعض بند کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حکومت کے اقدامات، وہ لوگ جن کی آمدنی میں ضروریات زندگی پورا کرنا ممکن نہ ہو، وہ اپنا خرچہ بیت المال سے ضرورت کے مطابق لے سکتے ہیں

۲۔حکومت فقراء کیلئے ایسے اقدام کرے کہ جس سے وہ اپنے شرعی واجب کام جیسے گھر خریدنا، شادی کرنا اور دوسرے کام انجام دینا ہو، اس وجہ سے اگر وہ مقروض ہو جائیں، وہ قرضہ حکومت ادا کرے۔

حدیث رسولؐ میں آیا ہے : جو بھی مرجاتا ہے اور مقروض ہو، تو اس کا ادا کرنا میری ذمہ داری ہے۔

امام موسی ابن جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں : جو بھی اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کے لئے رزق حلال کے لئے کوشش کرے ۔ وہ ایسے ہے جیسے راہ خدا میں جہاد کرنا ہو اگر رزق حاصل نہ کر سکے، تو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر امید کرتے ہوئے انہی ضروریات کے مطابق قرضہ لے لے۔اس کے بعد اگر مر جائے اور قرض ادا نہ کر سکے، تو اُس کو ادا کرنا امام کے ذمہ ہے، اگر امامؑ نہ دے تو اُس کا گناہ اُس پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيهَا وَالْمُؤَ لَّفَةِ قُلُوبُهُم وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِين﴾

اور یہی حکم فقیر، مسکین و مقروض کے لئے ہے(۱)

۱۔حیاۃ امام موسی ابن جعفر علیہ السلام، ۲۲۲/۲

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی مسلمان یا مومن مرجائے اور اس پر قرضہ ہو، بشرطیکہ اُس نے اِس سے غیر شرعی امور انجام نہ دیئے ہوں اور اسراف نہ کیا ہو، تو ادائیگی کی ذمہ داری اَب امام پر ہے کہ اُس کا قرضہ ادا کرے۔ اگر امامؑ ایسا نہ کرے تو گناہ اُس پر ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا

﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُم وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِين﴾ اس طرح کا حق وہ امام کے نزدیک رکھتا ہے اگر امام اس کا حصّہ نہ دے، اس کا گناہ اُس کی گردن پر ہے(۱)

امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی واجبی امور کے لئے قرض لیتا ہے، تو اُس کو ایک سال کی مہلت دو، اگر اُسے وسعت رزق حاصل ہوئی ہو تو اپنے قرضے کو خود ادا کرے ورنہ امام کے لئے ضروری ہے اُسکی جانب سے وہ قرضہ بیت المال سے ادا کرے(۲)

مزید برآں دیگر روایات بھی موجود ہیں جن میں حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی کہ قرضہ ادا کریں، چاہے وہ مردہ ہوں یا زندہ۔ کوئی بھی مذہب یا گروہ ایسا فلاحی نظام نہیں رکھتا جیسے کہ مکتبِ اسلامی نے یہ قانون وضع کیا ہے۔

۱۔ کافی، ۱ر۴۰۷، ح۷

۲۔ نیز، ح۹

۳۔حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جوافراد بیماری کے باعث ، بڑھاپے یا نابینائی کی بناپراس قابل نہیں ہیں کہ اپنے معاشی ضروریات فراہم کرسکیں۔ان کی دست رسی کرے کیونکہ ان کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ ثروت نہ رکھتے ہوں یا اولاد نہ ہو جواُن کا خرچہ دے سکیں ،تو حکومت کی ذمہ داری ہے اُن کا خرچہ ادا کرے۔تاریخ نگاروں نے لکھا ہے: عمرابن عبدالعزیز کے زمانے میں ہر نابینا کے لئے ایک راہنما اور ہر مفلوج کے لئے ایک خدمتگار مقرر کرر کھا تھا اور نیز اُس نے ہر معذور کیلئے وظیفہ مقرر کرر کھا تھا۔جیسے کہ بیان کیا جا تا ہے: ناتوان شخص اپنے خاندان میں،تندرست وسالم سے زیادہ،محبوب تر تھا(۱)

بیشک یہ اقدام اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔

۴۔حکومت اسلامی کی یہ ذمہ داری ہے کہ ضعیفوں اورمحروموں کی مدد کرے امام امیر المومنین علی علیہ السلام،عدالت اجتماعی کے پرچم بردار نے اپنے زمانہ حکومت میں مالک اشتر سے فرمایا:

خدا کے لئے! لوگوں میں سے ایسے جو لاچار،مجبور،حاجت مند،غریب اور بے بس ہیں یا بیماری کی وجہ سے ناتواں ہو چکے ہیں،یہ لوگ حاجت منداور محتاج

۱۔النظام السیاسی فی الاسلام،۲۹۴

ہیں، مستحق ہیں کہ اُن کو عطا کیا جائے ،لیکن وہ خود اپنی حاجات ظاہر نہیں کرتے۔ خدا نے اپنے حق میں سے، اُنکے لئے مخصوص کیا ہے اور اُنکی دیکھ بھال تمہارے ذمہ ہے۔

اُن پر خاص نظر عنایت رکھو، بیت المال میں سے ایک حصہ خوراک کی اجناس کا ہر شہر میں اُن کے لئے رکھو(۱)

امام معصومؑ نے بہت خاص طور سے، فقراء وحاجت مندوں کی مدد کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور فرماتے ہیں: کہیں ایسا نہ ہو کہ نعمتوں میں غرق ہونے کی وجہ سے معمولی کاموں کو نظر انداز کر دیا جائے کہ تم نے اہم کاموں کی تکمیل کر دی اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ بے رخی سے پیش آنا جو تمہارے تک دسترسی نہیں رکھتے اُن کو دیکھو، وہ جو آنکھوں میں خوار اور حقیر ہیں۔ کسی کو جس پر تمھارا اعتماد ہو اور وہ خوف خدا رکھتا ہو، اُس جماعت کے حالات کی جستجو میں بھیجو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اُن کے پاس متواضع انداز سے جاؤ تا کہ اُنکی درخواستیں تمھارے تک پہنچ جائیں۔ اور اُن سے اِس طریقہ سے پیش آؤ کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہو یہ گروہ، لوگوں کے درمیان دوسروں سے زیادہ انصاف کے نیاز مند ہیں (۲)

<u>پرچم دار عدالت</u>، زمین پر رہنے والے، دوسرے گروہ فقیروں کے بارے میں

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۵۳

۲۔ نیز

اس انداز سے تاکید کرتے ہیں:

یتیموں اور وہ بوڑھے افراد جن کے لئے کوئی سہارا نہیں اور دست سوال دراز نہیں کرتے اور یہ کام والوں پر گراں گذرتا ہے اور حق کو ادا کرنا، سب جگہوں پر دُشوار ہے(۱)

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جو فرمان حکومت کے مختلف اداروں اور کل پرزوں کے چلانے کے بارے میں ، مالک اشتر کو دیا تھا وہ تاریخ انسانی میں متمدن معاشرے میں شرافت و کرامت کا حامل ایسا نادر نسخہ ہے جسے عدالت پاکیزگی نیک عملی اور ایمان مجسم علی علیہ السلام جیسے حاکم اعلیٰ نے دیا جو رہتی دنیا تک منفرد و یگانہ ہے، عدالت کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور اِسی وجہ سے پروردگار عالم نے، اُن کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور شہر علم کے دروازے کے طور پر منتخب کیا ہے۔

یہ کچھ ایسے اقدام ہیں کہ جنکے ذریعہ سے فقر سے مقابلہ کرکے اُسکو معاشرے سے دُور کیا جاسکتا ہے۔

بے شک بہت سے گروہ اور نظریات انسانوں کی مشکلات کے حل کے لئے، بے بس ہو چکے ہیں۔ اسلام کے علاوہ اُن کا حل کسی کے پاس نہیں ہے۔ خداوند

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۵۳

عالم کی رضا اسی میں ہے ہے کہ اُس کے بندوں کا آئین، اسلام ہی بنے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا راہ حل جامعہ انسانی کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اسلامی برادری

اجتماعی روابط اور تعلقات کیلئے، بہترین اور محکم ترین نظریہ، اسلامی برادری کا ہے۔ جسے اقوام متحدہ نے بھی قبول کیا ہے۔ اسلامی برادری کے تصور میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے بلکہ اس کا حقیقی اور خالص تجربہ ہو چکا۔ یہ بھائی چارہ قبائلی نسلی یا خاندانی بنیاد پر نہیں، نہ ہی محض یہ دکھاوے اور نمائش کے لئے ہے بلکہ یہ ایک ایسا جز ہے کہ جو جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ عقیدہ اسلامی کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو اس بارے میں جواب دینا ہوگا اور اگر سہل انگاری کی گئی ہے اس بارے میں ان سے پوچھا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بھائی چارہ ایک عظیم قوت میں تبدیل ہو گیا اور ایثار و تعاون سے معاشرے کی مدد کرنے لگا۔

آغاز اسلام سے ہی مدینہ کے مسلمانوں نے ہر طرح ک مدد، اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں پیش کی اور اُن کو اپنے گھر اور مال میں شریک قرار دیا ۔ ایسے ہی ہر طرح کے رنج و غم اور زندگی کی سختیوں میں اُن کے ساتھ شریک ہوئے اور اس طریقہ سے اتحاد و یگانگت کی ایک مثال قائم کر دی کہ کہیں بھی اس کی نظیر و

مثل نہیں ملتی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و نے اسلامی معاشرہ کو محبت واُلفت اور احساسات کے جذبات بیدار کر کے ایک پیکر واحد سے تشبیہ دی اگر ایک عضو درد میں مبتلا ہو تو دوسرے اعضاء میں بھی یہ درد محسوس ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : مومنین کی مثال ایک دوسرے کی نسبت ایک جسم کی مثال ہے کہ جب بھی ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو دوسرے تمام اعضا بھی رات کو چین سے نہیں سو سکتے اور تکلیف محسوس کرتے ہیں (۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ اسلامی بھائی چارہ اپنی جگہ ایسی اسلامی برادری بن جائے جو اللہ تعالی کے قول کے مطابق ہو

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾(۲)

۲۔اللہ تعالی نے مسلمانوں کے درمیان جنگ یا اختلاف یا جھگڑا یا تفرقہ کی تیز ہوا، اور ہر قسم کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے اسلامی برادری جیسے جذبات و نظریات کو واجب قرار دیا۔

۱۔صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ۲۷۔صحیح مسلم، کتاب البرّ ،ص ۶۶ و ۶۷۔مسند احمد، ۲۶۸/۴

۲۔ درحقیقت مومنین آپس میں بھائی ہیں پس بھائیوں کے درمیان اصلاح وصفائی کراؤ۔ اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ مورد رحمت قرار پاؤ گے۔ حجرات (۴۹) آیہ ۱۰

اسلام میں حقیقت برادری

اسلامی بھائی چارا، صرف احساس ظاہری نہیں ہے بلکہ یہ ایک محکم پیوند ہے جو دلوں کی گہرائیوں اور جان کے اندر سما جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائی چارا کے وصف میں فرمایا: تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتا، جب تک وہ خوبی جو اپنے لئے چاہتا ہو، اُسے اپنے بھائی کے لئے بھی چاہے۔

اسلامی برادری کا مفہوم، عشق، دوستی و مہربانی و اخلاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو کسی کام سے بھیجا، وہ کچھ دیر کے بعد واپس آیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو فرمایا: کیا وجہ ہوئی کہ تم دیر کے بعد واپس آئے ہو؟ مرد نے عرض کیا: لباس نہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو فرمایا: کیا تمہارا ہمسایہ نہ تھا کہ دو لباس اُس کے پاس ہوں اور ایک تجھے قرض دے دیتا! اُس نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر درد بھرے انداز سے کہا: وہ تمہارا بھائی نہیں!

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اُس کی آنکھیں، آئینہ اور راہنما ہے، وہ اُس کے ساتھ خیانت نہیں کرے گا اور اُس پر

ستم روا نہیں جانے گا، اُس کو تنہا نہیں چھوڑے گا، اُس سے جھوٹ نہیں بولے گا اور اُس کی غیبت نہیں کرے گا(۱)

اسلامی برادری کا حقیقی معنی ومفہوم ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے: مومن، مومن کا بھائی ہے، وہ اُس کو ناسزا نہیں کہتا اُس کو پریشان نہیں کرتا اور اُس کے لئے گمان بد کو، جائز نہیں جانتا۔

یہ وہی اسلامی بھائی چارا ہے کہ جسے زندگی کی گہرائیوں میں جڑیں پکڑنا چاہئیں تا کہ مایۂ وحدت کلمہ بنے اور مسلمانوں میں اتحاد کا موجب ہو اور تفرقہ کو اُن سے دُور کرے۔ اسلام میں بھائی چارا، صرف محبت اور دوستی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایسے حقوق ہیں کہ مسلمانوں کے لئے لازم ہے ادا کریں جیسے:

باہم مہربانی، محبت

اسلام کے عظیم الشان ہادیان برحق نے مسلمانوں کو باہم مہربانی کی تشویق کیونکر کی۔ اس بارے میں روایات موجود ہیں

امام صادق علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تقویٰ اختیار کرو، اپنے بھائیوں سے خوش رفتار رہو۔ اللہ کی خاطر باہم دوستی کرو، آپس میں روابط رکھو۔ محبت کرو، ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہو، ہماری ولایت کے بارے میں

۱۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۱۶۶، ح ۵

معرفت حاصل کرو، تذکرہ کرتے رہو اور اس کو زندہ و قائم رکھو(۱)

۲۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں کے لئے سزاوار ہے کہ باہم تعلقات رکھنے علاوہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ مہربانی و غم خواری کے جذبہ سے نیاز مندوں کے ساتھ، باہم کوشش و تلاش جاری رکھیں جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (۲) ایک دوسرے سے محبت کریں اور اس امر کی نسبت جو اُن سے مربوط ہے اور اس کی وجہ سے پریشان ہوں اگر اس میں کوئی کوتاہی کمزوری یا خرابی پیدا ہو جائے ۔اسی روش و طریقہ پر گروہ انصار رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں تھے(۳)

اگر معاشرہ نصیحتوں پر عمل کرے گا تو وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہو جائیں گے۔ ہر کوئی، دوسرے کو اپنی نگاہ میں رکھے گا اور پھر کوئی رخنہ نہ پڑے گا اور پھر معاشرے کے افراد میں، تفرقہ اور جدائی نہ ہوگی۔

۳۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دوسرے سے ملحق رہو، خوش رفتار بنو، محبت و الفت برقرار رکھو(۴)

۱۔اصول کافی، کلینی ،۲/۱۷۵، ح ۱

۲۔باہم مہربان ہیں، فتح، (۴۸) آیہ ۲۹

۳۔اصول کافی، کلینی ،۲/۱۷۵، ح ۴

۴۔نیز ،۲/۱۷۹، ح ۱۶

اگر مسلمان ان نصیحتوں کو اپنی واقعی زندگی میں لاگو کر لیتے تو ایک مٹھی بن جاتے تو پھر اسرائیل میں طاقت نہ ہوتی کہ فلسطینی عوام کو اُن کی سرزمین سے بے دخل کر کے آوارہ وطن کر دے! کہ وہ مجبور و بیکس ولاچار ہو کر رہ جائیں! ﴿ اِنّا للّٰه و اِنّا اِلیه راجِعُون﴾

۲۔ملاقات

اسلام نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ملاقات کا بہت شوق دلایا ہے اس طرح محبت و برادری کے رشتے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ کچھ حدیثیں جو آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی جانب سے مسلمانوں کے باہمی دیدار کے بارے میں ہیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: بھائیوں سے ملاقات و دیدار کرنا بہت غنیمت ہے اگر چہ یہ کم ہی کیوں نہ ہیں (یعنی اس طرح کے بھائی کمیاب ہیں)

۲۔ امام باقر علیہ السلام نے شیعوں کو ایک دوسرے کے دیدار کا شوق دلایا ہے۔ اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرماتے ہیں : جو بھی ہمارے محبوں میں سے کسی کا دیدار کرتا ہے، اُن کو سلام پہنچا دو اور اللہ تعالی کے تقویٰ کی سفارش کرو. جو مالدار ہیں، وہ غریبوں کی مدد کریں ان کے طاقت والے کمزوروں ساتھ رہیں اور اُن کے زندہ اُن کے جنازوں پر حاضر رہیں ۔ ایک دوسرے کی ملاقات

کرنے کے لئے گھروں میں جائیں کیونکہ اُن کے دیدار کا مقصد موجب بنے گا کہ ہمارے اوامر زندہ رہیں ، اللہ تعالی اُس بندے پر رحم فرمائے جو ہمارے اوامر کو زندہ رکھتا ہے(۱)

۳۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دوسرے سے ملاقات کرو کیونکہ تمہارے دل اس طرح زندہ ہوں گے اور ہماری احادیث یاد کی جائیں گی اور ہماری حدیثیں تمہیں متوجہ رکھیں گی۔ پس اگر ان پر عمل کروگے ہدایت اور نجات پاؤ گے، اگر ان کو ترک کروگے تو گمراہ اور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس ان پر عمل کرو اور میں تمہاری نجات کا ضامن ہوں (۲)

اس موضوع پر، آئمہ ھدیٰ علیہم السلام سے بہت ہی روایات وارد ہوئی ہیں کہ سب کی سب، مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ملاقات کرنے کا شوق دلاتی ہیں۔ یہ اس بنا پر کہ مسلمان ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے رہیں تا کہ ان میں یگانگت اور محبت رواج پا جائے، یہ وہی چیز ہے جو مسلمانوں میں آسان و محکم ترین اتحاد و بھائی چارہ پیدا کرنے کا وسیلہ ہے۔

۱۔ اصول کافی، ۲/۱۷۵ ح ۲

۲۔ وسائل الشیعہ، ۳۴۶/۱۶۔ اصول کافی، کلینی، ۱۸۶/۲

۳۔ ہمدردی

غم زدہ لوگوں کی مدد اور ان سے ہمدردی کرنا بیکس و بیچاروں اور مصیبت زدوں کی غمخواری کرنا اور مل جل کر رہنا مسلمانوں کے درمیان بہت قابل قدر ہے۔ اس سے رشتہ محبت میں استقامت میں اضافہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں مسلمانوں کو اس طرز عمل کا شوق دلاتی ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جو بھی مسلمانوں سے غمِ دُنیا کو دُور کرے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت کے دن اُس کا غم دُور کرے گا، یہ اُس صورت میں کہ جب بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے(۱)

۲۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی مومن سے غم کو دُور کرے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت کے غم کو اُس سے دُور کرے گا اور وہ مسکراتے ہوئے اپنی قبر سے باہر آئے گا ۔ جو بھوکے مومن کو کھانا دے گا تو اللہ تعالیٰ بہشت کے میووں سے اُسے سیر کرے گا، جو بھی پیاسے کو پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے مہر شدہ پانی کے جام پلائے گا(۲)

۳۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو بھی مشکلات میں پھنسے ہوئے مومن کو نجات دلائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس بندے کی دُنیا و آخرت کی حاجتوں کو پورا

۱۔ سنن، ابن ماجہ، ۸۲/۱۔ سنن، ابی داؤد، ۴۶۵/۲۔ سنن، ترمذی، ۲۳۹/۲۔

۲۔ اصول کافی، کلینی، ۱۹۹/۲، ح ۳

کرے گا۔ جو بھی مومن کے عیب کو جس کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا ہو چھپائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے دُنیا وآخرت کے ستّر (۷۰) عیب چھپائے گا۔ جب تک مومن اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کی مدد کرتا رہے گا۔ اس وعظ ونصیحت سے فائدہ اُٹھاؤ اور نیک کاموں کی جانب راغب ہو جاؤ(۱)

۴۔امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ کہ مومنین کو خوشحال کیا جائے (۲)

۵۔امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی یہ گمان کرے کہ مومن کو خوشحال کرنے سے مراد صرف وہ ہی ہے،نہیں بلکہ خدا کی قسم! ہمیں یعنی اہل بیتؑ کو، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشحال کیا ہے (۳)

٦۔امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی مومن سے غم و پریشانی کو دُور کرتا ہے،تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس سے غموں کو دُور کرے گا (۴)

اس سلسلے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں سے بہت سی روایات موجود ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے نیکی اور باہمی ہمدردی کا شوق دلاتی ہیں تا کہ اس طریقہ سے آپس میں دوستی وہم آہنگی پیدا ہو

۱۔اصول کافی، کلینی ،۲/۲۰۰، ح ۵

۲۔نیز،۲/۱۸۹، ح ۴

۳۔نیز، ح ٦

۴۔نیز، ۲/۲۰۰، ح ۴

حاجتوں کا پورا کرنا

اگر مسلمانوں کے درمیان واقعی دوستی ومحبت ہو تو ان کے دینی جذبہ کو جلا ملے گی اور تقویٰ کی راہ پر چلنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

حاجتوں کو پورا کرنا اور اُس کے اسباب مہیا کرنا، اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے علم کے وارث حضرات سے بہت سی احادیث صادر ہوئی ہیں، اُن میں سے کچھ ہم بیان کرتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی رات یا دن کے کسی حصہ میں اپنے بھائی کی حاجت پورا کرنے کی کوشش کرے، اگرچہ وہ حاجت اُس کی پوری ہو یا نہ ہو، اس کا یہ عمل اُس کے ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے(۱)

۲۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ نیکی کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے رہو اور نیکوکار بنو ۔ بہشت کے ایک دروازے کا نام ''معروف'' ہے، اُس سے وہی داخل ہوگا جو دنیا میں نیکی کرتا رہا ہو ۔ بیشک جو بندہ اپنے بھائی کی مدد کے لئے قدم اُٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دو فرشتے مامور کرے گا جو اُس کے دائیں اور بائیں طرف ہوگا، دونوں اُس کیلئے پروردگار سے مغفرت کی اور اُس کی حاجات کی روا ہونے کے لئے

۱۔ اصول کافی ،کلینی ،۲/۱۹۴، ح ۹

دعائیں کریں گے(۱)

۳۔صفوان جمال، امام صادق علیہ السلام کے قریبی و بلند مرتبہ اصحاب میں سے ہیں، کہتے ہیں: میں امام ابوعبداللہ صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا، اہل مکہ میں سے ایک مرد بنام میمون، آپؑ کے پاس حاضر ہوا اور واپسی کا کرایہ نہ ہونے کی شکایت کی، امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا : ''جاؤ اپنے بھائی کی مدد کرو'' صفوان نے جا کر اُس کی حاجت کو پورا کیا اور واپس امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے صفوان سے پوچھا: اپنے بھائی کی مدد کر دی؟ صفوان نے عرض کیا : میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! اللہ تعالیٰ نے اُس کی حاجت کو پورا کر دیا۔ امام علیہ السلام خوشحال ہوئے اور فرمایا : اگر تم اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو گے تو میرے نزدیک یہ عمل خانہ کعبہ کے سات شوط (پھیرے) سے پسندیدہ تر ہے۔

امام صادق علیہ السلام لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی فضیلت میں فرماتے ہیں: کوئی شخص امام حسن بن علی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا، آپؑ پر میرے ماں باپ قربان! میری حاجت پورا کرنے میں میری مدد فرمائیں۔ امام حسن علیہ السلام اُس کی مدد کے لئے اُس کے ہمراہ گئے اور راستے میں اُس جگہ

۱۔ نیز، ۱۹۵/۲، ح ۱۰۔

سے گذر رہوا جہاں امام حسین علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ امام حسن علیہ السلام نے اُس شخص سے پوچھا، کیوں ابوعبداللہ (امام حسین علیہ السلام) سے اپنی حاجت طلبی کے لئے، سوال نہیں کیا؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ تو اعتکاف میں ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: وہ یقیناً تمھاری مدد کرتے اور یہ، ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہوتا(۱)

یہ کچھ وہ حقوق ہیں جو اسلام نے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے لئے قرار دیئے ہیں جن کے ذریعے مسلمانوں میں محبت والفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اسباب اختلاف

اسلام نے اُن اسباب کو، جو دُوری و فاصلے کا سبب بنتے ہیں، سے منع کیا ہے مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ اُن سے دُوری اختیار کریں مثلاً:

ا۔ ایک دوسرے سے قطع تعلق

آئین اسلام نے ایک دوسرے کو قطع تعلق سے منع کیا ہے، اس بارے میں بہت سی روایات ہیں از جملہ:

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مسلمانوں میں جب دو فرد آپس میں ناراض ہوں اور تین دن تک صلح نہ کریں، تو دونوں اسلام سے باہر

ا۔ اصول کافی، کلینی ۱۹۸/۲، ح ۹

ہیں اور اُن میں کوئی دینی تعلق نہیں ہے اور جو بھی اپنے بھائی سے صلح کرنے کی جانب پیش قدمی کرے تو وہ یوم حساب، پہلے جنت میں جائے گا(۱)

۲۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن ناراض رہے(۲)

۳۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کسی بھی وقت دو آدمی حالت غصّہ و غضب میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں مگر یہ کہ اُن میں سے ایک سے اللہ اور اس کا رسول، اس سے بیزار اور وہ مستحق لعنت ہے اور بعض مواقع پر ہر دو اِس امر کے سزاوار ہیں۔ معقّب نے عرض کیا:

خدا مجھے آپ پر قربان کرے، ظالم تو دُرست (اِس انجام کا مستحق ہے) لیکن مظلوم کیوں؟

حضرت نے فرمایا: اِس لئے کہ اُس نے اپنے بھائی کو صلح کی دعوت نہیں دی، اُس سے گفتگو کرنے میں پہل نہیں کی اور درگذر سے کام نہیں لیا، میں نے اپنے والد محترم سے سنا آپؑ نے فرمایا: جب بھی دو نفر باہم نزاع کریں اور ایک اُن میں سے غلبہ حاصل کر لے تو لازمی ہے کہ جس کے حق میں ظلم ہوا ہو، تو وہ دوسرے کے پاس جائے اور اُس سے کہے: اے بھائی! میں نے ظلم کیا (مگر اب تیرے

ا۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۳۴۵، ح ۵

۲۔ نیز، ۲/۳۳۱

پاس آ گیا ہوں) تا کہ اُن میں ناراضگی اور جدائی ختم ہو جائے کیونکہ خداوند تبارک وتعالیٰ، عدل وانصاف سے فیصلہ کرتا ہے اور مظلوم کو اس کا حق دلا دیتا ہے(۱)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام میں کس شدت سے اختلاف وجدائی سے منع کیا گیا ہے تا کہ نتیجہ میں تفرقہ نہ پیدا ہو سب متحد ومتفق رہیں۔

۲۔عدم تعاون وہم بستگی

جب مسلمان باہمی طور پر تعاون اور مدد نہ کریں تو اِس کا نتیجہ اختلاف اور دوری بڑھنے کے علاوہ کچھ اور نہیں نکلتا اور یہ اسلامی روح کے منافی ہے.اسلام یہ چاہتا ہے کہ آپس میں اتحاد وتعاون ہو۔مسلمانوں کو عدم تعاون اور لاتعلقی سے منع کیا گیا ہے اس سلسلے میں کچھ احادیث ملاحظہ فرمائیں

۱۔ امام صادق علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرماتے ہیں: تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ ہمیں اہمیت نہں دیتے ہو؟ اُن میں سے ایک خراسانی نے عرض کیا: ہم خدا سے پناہ چاہتے ہیں کہ آپؑ کی کسی چیز کو اہمیت نہ دیں۔امام علیہ السلام نے اُس کی جانب چہرہ کر کے فرمایا: تم بھی اُن میں سے ایک ہو جو ہمیں کم اہمیت شمار کرتے ہو۔خراسانی نے عرض کیا: خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ آپؑ کو اہمیت نہ دوں

۱۔اصول کافی، ۲/۳۴۴، ح۱

امام علیہ السلام نے فرمایا: وای ہو تم پر! اُس وقت جب تم جحفہ کے(۱) پاس تھے تو کسی نے تم سے کہا: مجھے ایک میل تک اُٹھا کر لے چلو، خدا کی قسم! چلنا مشکل ہو چکا ہے! تم نے اُس کی جانب دیکھا اور کوئی اہمیت نہ دی۔ جو بھی مومن کو اہمیت نہیں دیتا، اُس نے ہمیں اہمیت نہیں دی اور حرمت خداوند عزوجل کو تباہ کر دیا(۲)

۲۔ امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: کوئی اپنی مشکلات اور حاجتیں کسی سے کہے اور وہ قدرت رکھتا ہو کہ اس کی مدد کرے، لیکن مدد نہ کرے، تو بیشک اُس نے ولایت خدا سے تعلق توڑ لیا ہے(۳)

ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جو عدم تعاون کی مذمت کرتی ہیں کیونکہ اس عمل سے، اسلامی اخوت و بھائی چارے میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کر دیتا ہے۔

۳۔ آزار و تحقیر

اسلام نے، مسلمانوں کی تحقیر اور آزار سے منع کیا ہے کیونکہ یہ کام ایک طرح کے ظلم میں شمار ہوتا ہے جو کہ مسلمانوں میں وحدت کلمہ کو ختم کرنے کا موجب بنتا ہے

ا۔ جحفہ: مکہ اور مدینہ کے درمیان، بائیس کلومیٹر جنوب و مشرق رابغ میں واقع ہے مصر و شام کے لوگوں کے لئے میقات ہے۔م۔

۲۔ وسائل الشیعہ، کتاب الحج، ۱۲/۲/۲۷۔ الکافی، ۱۲۰/۸

۳۔ اصول کافی، کلینی، ۳۶۶/۲، ح ۴

قرآن مجید نے مسلمان کو آزار پہنچانے کے بارے میں شدت سے منع کیا ہے

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَ اِثْمًا مُّبِينًا ﴾(۱)

روایات میں آزار وتحقیر کو حرام کہا گیا ہے

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جس نے میرے بندے مومن کو خوار جانا اُس نے میری مخالفت کی (۲)

۲۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (۳)

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کیلئے زیبا نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو ایسی نگاہوں سے اشارہ کرے، جس سے اُس کو ملال ہو (۴)

۴۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی مومن کو اُس کے فقر وفاقہ کی بنا پر حقیر جانتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

۱۔اور جو بھی، مومنین اور مومنات کو، نا کردہ (گناہ) کی وجہ سے اذیت دیں تو یقیناً اُس نے تہمت لگا کر گناہِ آشکار کو اپنی گردن پر لے لیا۔احزاب (۳۳) ۵۸۔

۲۔اصول کافی، کلینی، ۲/۳۵۱۔۳۵۲، ح ۶

۳۔نیز، ۲/۲۳۴

۴۔جامع الصغیر، سیوطی، ۲/۵۷۳۔

اُسے مخلوق کے سامنے رسوا کرے گا(۱)

۵۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی مومن کو ذلیل شمار کرتا ہو وہ مومن مالی لحاظ سے مضبوط ہو یا نہ ہو، تو خداوند اُس کو ذلیل اور اپنا دشمن جانتا ہے، جب تک وہ اُس مومن کو ذلیل سمجھنے سے باز آئے اور توبہ کرلے(۲)

اسلام، انسان کو عزت دار اور صاحب اکرام جانتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسان روحی اور اجتماعی طور پر آزار و تجاوز سے محفوظ رہے کیونکہ آزار رسانی اور تحقیر سے رشتے اور محبت ختم ہوجاتے ہیں اور مسلمانوں میں دوری کو رواج دیتا ہے۔

۴۔گالم گلوچ اور بدزبانی

اسلام نے فحش گوئی کو حرام جانا ہے۔اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور اخلاقی خوبیاں ختم ہوجاتی ہیں. گالیاں دینا حرام ہے یہاں تک کہ دشمن اسلام کے بارے میں بھی اِس عمل سے منع کیا گیا ہے، یہ حکم قرآن کریم میں آیا ہے۔

خداوند نے فرمایا ہے

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدوًا بِغَيرِ عِلمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَرجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ

۱۔اصول کافی کلینی ،۲/۳۵۳،ح۹

۲۔نیز،۲/۳۵۱،ح۴

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾(۱)

بدزبانی اور گالم گلوچ کی مخالفت میں بہت سی روایات ہیں از جملہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کو گالی دینا، نافرمانی ہے اور اُس سے جنگ کرنا کفر ہے اور اُس کا گوشت کھانا (یعنی غیبت کرنا) گناہ ہے اور مومن کے مال کا احترام اُس کی ذات کے احترام کی مانند ہے (۲)

۲۔ امام باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں: بنی تمیم کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، اُسے ایسی نصیحت کریں کہ جو فائدہ مند ہو، آنحضرتؐ نے اُس کو وصیت فرمائی: لوگوں کو گالیاں نہ دو اِس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے (۳)

۳۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: کوئی انسان، مومن کے سامنے اُس کو طعنہ نہ دے، ورنہ بدترین موت مرے گا اور پھر وہ خیر و سعادت کی طرف نہ پلٹے گا (۴)

۱۔ اور وہ جن کو اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں اُن کو گالیاں نہ دیا کرو، ورنہ وہ بھی دشمنی اور نادانی کی بنا پر اللہ کے بارے نازیبا زبان استعمال کرنے لگ جائیں گے، اس طرح ہر قوم کے کردار کو ہم نے ان کے لئے زیبا کر دیا ہے پھر اُن کی برگشت اُن کے پروردگار کی جانب ہے اور جو کچھ اُنھوں نے انجام دیا ہے اُس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ انعام (٦) ۱۰۸۔

۲۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۳۵۹۔۳٦۰، ح ۲

۳۔ نیز، ۲/۳٦۰، ح ۳

۴۔ نیز، ۲/۳٦۱، ح ۹

مذکورہ روایات کے علاوہ بھی اہل بیت علیہم السلام سے اس موضوع کے بارے میں کثرت سے ذکر ملتا ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کے درمیان دشمنی اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔اور یہ اسلامی پیغام کے خلاف ہے۔

۵۔عیب جوئی

اسلام نے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کی ایسی بنیاد رکھی ہے کہ جو اُن کے اتحاد کو محفوظ رکھتی ہے مگر یہ تب ہی ممکن ہے کہ لوگوں کے عیب اور خطاؤں کی جستجو میں نہ رہے کیونکہ ایسا کرنا حرام کہا گیا ہے، عیب جوئی فتنہ ہے اور اسلام کے ساتھ منافات رکھتا ہے. قرآن کریم میں دشنام گوئی کے ناروا ہونے کا اعلان اللہ نے یوں کیا ہے

﴿ اِنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ اَنْ تَشِیعَ الْفٰحِشَةُ فِی الَّذِینَ اٰمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعلَمُونَ ﴾(۱)

اس عمل بد سے، مسلمانوں کو دُور رکھنے کے لئے بہت سی احادیث ہیں از جملہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے تو ایمان لے آئے مگر دل ایمان سے خالی ہیں، مسلمانوں کے عیب جو نہ بنو، کیونکہ

۱۔ جو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان کے درمیان بے حیائی فروغ پائے تو اُن کے لئے دُنیا وآخرت میں سخت عذاب ہوگا، اُس کو خدا جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔نور (۲۴) ۱۹

جو بھی مسلمانوں کی خطاؤں، کوتاہیوں کی تلاش میں ہو، تو خداوند بھی اُس کی برائیوں کی تلاش میں ہے اور جب خداوند کسی کی خرابیوں کی تلاش میں ہوگا تو وہ رُسوا ہو جائے گا(۱)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جیسے کہ نیک برتاؤ کا ثواب ہر کار خیر سے پہلے ملتا ہے، ظلم وستم وتجاوز کا عقاب بھی ہر بدی سے پہلے ہوگا ، جو دوسرے کے عیب دیکھتا ہے اور اپنے عیب دیکھنے میں اندھا ہو، لوگوں کی برائیوں پر تو سرزنش کرتا ہو مگر اپنی برائیاں چھوڑنے میں ناتوان ہو یا اپنے ساتھی کو ایسے کام کے بارے میں اذیت دے جس سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو(۲)

۳۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: کافر ہو جانے کے لئے کافی ہے کہ کسی کو اپنا بھائی بنائے تا کہ اس کی خطاؤں اور کمزوریوں کی تلاش وجستجو کرے اور پھر ایک دن اُس کو اُن ہی برائیوں پر سرزنش کرے(۳)

اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جو مسلمانوں کو تنبیہ کرتی ہیں تا کہ یہ برائیاں اُن میں نہ آنے پائیں، جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور اُن کی عظمت کو ضائع کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔

۱۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۳۵۵، ح۴

۲۔ نیز، ۲/۴۶۰، ح۱

۳۔ ۲/۳۵۵، ح۶

۶۔ مسلمان کی قدر ومنزلت کم کرنا

مسلمان کی برائیاں تلاش کر کے اس کی آبرو برباد ہوگی اور اور وہ نگاہوں سے گر جائے گا، یہ حرام ترین کاموں میں سے ہے۔اور یہ عمل قطعی طور پر غیر اسلامی ہے اور مسلمان کی عزت وکرامت کے خلاف ہے، اسلام کے منافی ہے، اس بارے میں احادیث ہیں

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی کسی کے بُرے کام کو فاش کرے، وہ ایسے ہی ہے جیسے اُس نے یہ کام خود انجام دیا ہو اور جو بھی کسی مومن کو اُس کے کام کی وجہ سے رُسوا کرے گا، اُسے اُس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ خود ذلیل نہ ہو جائے (۱)

۲۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی کسی مومن سے اس لئے ملاقات کرے کہ اُس کو کسی چیز کی وجہ سے بے آبرو کرے گا، تو خداوند اُس کو دُنیا و آخرت میں بے عزت کر دے گا (۲)

مسلمانوں کی قدر ومنزلت کو کم کرنے، اُن کی تحقیر یا بے آبرو کرنے والے کی مذمت میں بہت روایات ہیں۔ یہ عمل حرام ہے۔

۱۔اصول کافی، کلینی، ۲/۳۵۶، ح ۳

۲۔نیز، ح ۴

۷۔ فخر وتکبر کرنا

اپنے آباء واجداد کے کارناموں پر بیجا فخر کرنا ایسا کام ہے جس کی اسلام نے مخالفت کی ہے کیونکہ اِس عمل سے اسلامی برادری میں جدائی ہوتی ہے اور اختلاف پیدا ہوتا ہے، شریعت اسلامی کی نگاہ میں، لوگ کنگھی کے دانوں کی مانند برابر ہیں تقویٰ اور عمل صالح کے علاوہ بلندی کا کوئی معیار نہیں ہے. راوی حضرات کہتے ہیں: عربوں میں صاحب حیثیت عقبہ بن بشیر اسدی، امام باقر علیہ السلام کے حضور شرفیاب ہوئے اور اپنی تعریف کرتے ہوئے اپنے حسب ونسب کی باتیں کرنے لگے کہ میں عقبہ بن بشیر اسدی ہو۔ اپنی قوم میں بلند وبالا نسب کا مالک ہوں۔

امام علیہ السلام نے اُس کے اس طرز سخن کو ناپسند کیا اور فرمایا: اپنے نسب کی بنا پر ہم پر رُعب جھاڑنا چاہتے ہو؟ اللہ نے اس کو عزت وشرف بخشا ہے جو مومن ہو خواہ لوگ اسے پست ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں اگر کوئی حقیر و بے عزت ہے تو اپنے کفر کی وجہ سے ہے پس کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں مگر تقویٰ کی وجہ سے(۱) خداوند اسلام کے وسیلے سے بلندی عطا کرتا ہے ، بلال حبشی کو بزرگی وفضیلت ملی اُس کے دین کے سبب اور کفر کے سبب صاحبان قدرت وحشمت کو پست بنایا جیسے

۱۔ اصول کافی، کلینی ،۲/ ۳۲۸، ح ۳

ابوجہل اور دوسرے بزرگان قریش کو، جو اسلام دشمن تھے۔

یہ وہ عوامل ہیں جو برادری اسلامی میں مانع بنتے ہیں اور دین اسلام نے اُن کو ناروا جانا ہے اور منع کیا ہے۔

اہم حقوق

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام نے اسلامی برادری کے بارے میں، اہم حقوق کا اعلان کیا ہے از جملہ:

امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے: مسلمان کے اپنے بھائی پر تیس حق ہیں کہ اُن کو ادا کرے بشرطیکہ اُن کے ادا کرنے میں معذور نہ ہو:

اُس کی خطاؤں کو معاف کرے، اُس کی پریشانیوں پر اس کو تسلّی دے، اُس کے عیب کو پوشیدہ رکھے، اُس کی خطاؤں سے درگذر کرے، اُس کی معذرت کو قبول کرے، اُس کی غیبت میں اُس کا دفاع کرے، ہمیشہ اُس کا خیر خواہ رہے، اُس سے رفاقت کی پاسداری کرے، اُس سے کئے گئے قول وقرار کی پابندی کرے، بیماری کے وقت اُس کی عیادت کو جائے، اُس کے تشیع جنازہ میں حاضر رہے، اُس کی عطا کردہ نعمت پر اُس کا شکریہ ادا کرے، نیکی میں اُس سے تعاون کرے، اُس کی عزت کی حفاظت کرے، اُس کی حاجت پوری کرے، اُس کی

درخواست کو پورا کرے، اُس کی چھینک آنے پر یرحمک اللہ کہے ، اُس کو گمراہی سے بچالے، اُس کے سلام کا جواب دے، اُس سے اچھی گفتگو کرے، اُس کے احسانات کی قدر کرے، اُس کی قسم کو سچا جانے، اُس کے دوست کا دوست رہے اُس سے دشمنی نہ کرے اگر چہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم کی مدد یہ کہ اسے ظلم سے روکے، مظلوم ہونے کی صورت میں اُس کی مدد یہ ہے کہ اُس کے حق کے حصول میں اُس کی مدد کرے، اُس کو تنہا نہ چھوڑے اور اُن نیکیوں کو جو اپنے لئے پسند کرے اُس کے لئے بھی پسند کرے، جو اپنے واسطے پسند نہ ہو، اُس کے لئے بھی وہ پسند نہ کرے۔

امام امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اُس کے حقوق میں سے کوئی چیز نہ دے تو وہ بھائی اُس سے اپنے حق کا مطالبہ روز حشر کرے گا تو اُس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا(۱)

۲۔ معلّٰی بن خنیس امام جعفر صادق علیہ السلام کے نیک اصحاب میں سے ہیں کہتے ہیں، میں نے حضرتؑ سے عرض کیا: مسلمان کا مسلمان پر کیا حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: سات حق ہیں جو سب کے سب اُس پر واجب ہیں۔ میں نے

۱۔ بحارالانوار، مجلسی، ۷۱/۲۳۶۔ مکاسب، شیخ انصاری، ۱/۳۶۵

عرض کیا، آپؑ پر فدا ہو جاؤں! وہ کون کون سے حق ہیں؟ امام علیہ السلام، اس خیال سے کہیں معلیٰ وہ حقوق اپنے بھائی کے لئے ادا نہ کرسکیں، اُس سے فرمایا: اے معلیٰ! میں تمھاری طرف سے فکرمند ہوں، مجھے یہ ڈر ہے کہیں تم یہ حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرو اور اُن پر عمل نہ کرسکو؟

معلیٰ نے اصرار کیا کہ امامؑ ضرور بیان کریں، تو امام علیہ السلام نے اُس کے جواب میں فرمایا: کم سے کم اُن حقوق میں سے ایک یہ ہے ، جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اُس کے لئے بھی پسند کرو اور جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اُس کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

حق دوم۔ وہ یہ کہ جس کو وہ ناپسند کرے اُس سے دُوری اختیار کرو اُسکی خوشنودی مدنظر رکھو اور اُس کی فرمانبرداری کرو۔

حق سوم۔ وہ یہ ہے کہ اپنی جان و مال سے زبان و ہاتھ و پاؤں سے اُس کی مدد کرو۔

حق چہارم۔ یہ ہے کہ اُس کی آنکھیں، راہنما اور آئینہ بنو۔

حق پنجم۔ یہ ہے کہ سیر نہ ہونا، اگر وہ بھوکا ہو یا سیراب نہ ہو جب وہ پیاسا ہو یا جب اسے لباس کی ضرورت ہو تم مہیا کرنا۔

حق ششم۔ یہ ہے کہ اگر تمھارے پاس خدمت گذار ہو اور تمھارا بھائی نہ رکھتا

ہوتو اُس کے پاس بھیجوتا کہ اُس کے لباس دھوئے، اُس کے لئے کھانا بنائے اور اُس کے آرام کا خیال رکھے۔

حق ہفتم۔ یہ ہے کہ اُس کی قسم کی تصدیق کرو، اُس کی دعوت پر لبیک کہو، اُس کے مریض ہونے پر اُس کی عیادت کو جاؤ، اُس کے جنازہ پر حاضر رہو اور جب معلوم ہو کہ وہ حاجت مند ہے تو اُس کی مدد کرنے میں جلدی کرو اور اُس کو مجبور نہ کرو کہ وہ خود طلب کرے، اگر ایسا کر دیا تو دوستی کا حق ادا کر دیا(۱)

اگر مسلمان ان حقوق پر اپنی زندگی میں عامل ہو جائیں، تو تمام اُمتوں میں مضبوط ترین ہو جائیں گے اور محبت والفت کا اُن کے دلوں کا راج ہوگا اور کوئی بھی اُن کی سرزمین کو جنگ وجدال یا بُرے ارادے اور نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔

۳۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں بطور کامل اِس بارے میں فرمایا ہے: مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر یہ ہے کہ وہ اُس وقت تک نہ کھائے جب تک اُس کا بھائی بھوکا رہے، سیراب نہ ہو جب تک وہ پیاسا رہے، اس وقت نہ پہنے جب تک اُس کے بھائی کے پاس لباس نہ ہو۔ کس قدر اہم ہے مسلمان کا حق، اُس کے بھائی مسلمان پر(۲)

امام علیہ السلام نے مزید فرمایا: جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اپنے بھائی

ا۔اصول کافی، کلینی، ۲/۱۶۹، ح ۲

۲۔نیز، ۲/۱۷۰، ح ۵

کے لئے پسند کرو اگر ضرورت مند ہو تو اپنے بھائی سے کہو، اُس حاجت کو پورا کرے اور اگر تم سے کوئی چیز مانگے تو اُس کو دے دو، اُس کے پشت پناہ و مددگار بنو تاکہ وہ تمھارا حامی بنے، اُس کی غیر حاضری میں اُس کی عزت وحرمت کے محافظ بنو اور سامنے آئے تو محبت واحترام سے پیش آؤ، وہ تم سے ہے اور تم اُس سے ہو، اگر وہ تم سے خوش نہ ہو تو تب بھی اُس سے علیحدگی اختیار نہ کرنا تاکہ وہ تجھے معاف کرے اور تم سے درگذر کر سکے، اگر اُس کو خوشی ملے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اگر مشکلات میں گھر جائے تو اُس کا بازو تھام لو اور اُس سے اگر کوئی فریب کاری کرے تو تم اُس کی مدد کرو(۱)

۴۔ ابو مامون حارثی نے امام صادق علیہ السلام سے مومن کا حق، اپنے مومن بھائی کے بارے میں پوچھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن کا اپنے بھائی پر یہ حق ہے کہ اُس کی محبت اپنے دل میں رکھے، اُس کی اپنے مال و دولت سے مدد کرے، اس کے خاندان میں اُس کا جانشین رہے ، اگر کوئی اُس پر ستم کرے تو اُس کا مددگار بنے، اگر مسلمانوں میں غنیمت تقسیم کی جائے اور وہ حاضر نہ ہو سکے تو اُس کا حصّہ حاصل کرے اگر مر جائے تو اُس کی قبر پر جائے، اُس پر ظلم نہ کرے اُس کو دھوکہ نہ دے، اُس سے خیانت نہ کرے، اُس کو اکیلا نہ چھوڑے، اُس سے

۱۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۱۷۰، ح ۵

جھوٹ نہ بولے، اُس کو اُف تک نہ کہے(۱)

۵۔ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا تو امامؑ نے، اُس سے دوسرے مومن بھائیوں کے بارے میں پوچھا ، اُس نے اُنھیں نیکی اور اچھائی کے ساتھ یاد کیا۔امام علیہ السلام نے چاہا، تعریف کی وجہ دریافت کریں، اس وجہ سے اُس سے پوچھا: کیا اُن کے مالدار اپنے حاجت منداور غریب بھائیوں کی خیر وخبر رکھتے ہیں؟

اُس نے کہا: بہت کم! اُس آدمی نے امام علیہ السلام کے مقصد کو سمجھ لیا اور عرض کرنے لگا: جن خوبیوں کے بارے میں آپؑ پوچھ رہے ہیں وہ ہمارے درمیان کم ہیں ۔ امام علیہ السلام نے اُس کو جواب دیا: پھر تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں؟(۲)اہل بیتؑ کی تعلیمات ایسے معاشرے کی اساس ہیں کہ اُس کے افراد اپنے کردار ورفتار اور اپنے خلوص کی بنا پر ایک دوسرے کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوں اور اُس معاشرے میں محبت والفت حاکم ہو ، لوگ خوشی اور غم میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں اور اُس میں توانگر، فقیر پر اور حاکم، رعایا پر کوئی برتری نہیں رکھتا۔یہ وہ عمل ہے جو کہ موجب اتحاد واتفاق ہے اور محبت واحساسات یکساں ہو جاتے ہیں ایسا اسلام کے علاوہ کسی بھی نظام یا مکتب اجتماعی

۱۔اصول کافی،۲/۱۷۱،ح ۷

۲۔اصول کافی، کلینی،۲/۱۷۳،ح ۱۰

میں نہیں ملے گا۔

اسلام نے جو حقوق، بشر کے لئے مقرر کئے ہیں اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے اُن کی ترویج وتشویق کی ہے وہ ہر لحاظ اور ہر پہلو سے بہت محکم ہے۔

بمقابلہ فرانس یا اقوام متحدہ کے اعلامیہ حقوق بشر کے وہ کاغذوں پر موجود ہے اور اُس کے بہت سے ضابطوں پر مغربی حکومتیں عمل نہ کرسکیں طاقتور حکومتیں تمام ضوابط کو بالائے طاق رکھ کر کمزور حکومتوں پر چڑھ دوڑیں اُن کے اقتصاد پر قابض ہوگئے اور اُنکی ثروت پر قبضہ کرلیا جملہ حقوق غصب کر کے انھیں اپنا آلہ کار بنالیا۔

خصوصی حقوق

حقوق سے متعلق موضوع کو سمیٹے ہوئے بہت مناسب ہے کہ اسلام کے وہ خصوصی اور نمایاں نکات درج کر دیئے جائیں جن کا مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت سے بنیادی و بہت گہرا تعلق ہے، یہ ضوابط وقوانین اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کے درمیان روابط اجتماعی کے ساتھ وابستہ ہیں اور انکی تاکید کی گئی ہے، یہ خصوصی حقوق عبارت ہیں:

حقوق والدین

والدین کی اطاعت، اُن کی خدمت کرنا اُن پر توجہ دینا اسلام کے اہم اجزاء میں سے ہے اور یہ عمل نیکی شمار ہوتا ہے۔ البتہ اگر اُن کی خدمت اور اطاعت میں اسلامی شریعت سے منحرف ہونا لازم آئے، تو اِس صورت میں اُن کی اطاعت واجب نہیں ہے کیونکہ اطاعت مخلوق میں خالق کی معصیت کرنا قطعی طور پر درست نہیں ہے۔ کچھ مثالیں والدین کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

ملاحظہ فرمائیں

قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم میں والدین کی بزرگی وفرمانبرداری اوراطاعت سے متعلق تاکید کی گئی ہے۔اس موضوع کوقرآنی آیات میں واضح بیان کیا گیا ہے:

۱۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ وَ وَصَّینَا الْاِنْسٰانَ بِوَالِدَیهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهُ وَهْناً عَلٰی وَهنٍ وَ فِصٰلُهُ فِی عَامَینِ اَنِ اشْکُرْ لِی وَلِوٰلِدَیکَ اِلَیَّ الْمَصِیرُ وَ اِن جٰهَدَاکَ عَلٰی اَن تُشْرِکَ بِی مَا لَیسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِع سَبِیلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾(۱)

۲۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِیَّاهُ وَبِالْوٰالِدَینِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ کِلَا هُمَا فَلَا تَقُل لَهُمَا اُفٍّ وَلَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُل لَهُمَا قَولًا کَرِیمًا . وَاخْفِضْ لَهُمَا

۱۔اور ہم نے انسان کواُن کے والدین کے بارے میں نصیحت کی ہے اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کی اور اُس کا وزن اُٹھایا، دودھ پلانے سے چھڑانے تک دو سال لگے (اس کو نصیحت کی ہے) میرا اور والدین کا شکر ادا کرے (تمام) میری جانب آئیں گے، اگر تجھے اُس بارے میں تاکید کریں کہ جس کا تجھے علم نہیں کہ میرے ساتھ شریک بناؤ تو پھر اُن کے فرمان پر نہ چلنا، اور دُنیا میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو اور اُن کی پیروی کرو جو توبہ کے ساتھ میرے پاس آتے ہیں، تمھاری بازگشت میری جانب ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو بھی تم نے انجام دیا ہے ،اُس سے باخبر کردیا جائے گا۔لقمان (۳۱) ۱۴، ۱۵۔

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾(۱)

اللہ نے والدین کے لئے جو عظمت اور بزرگی بیان کی ہے کہیں اور نہیں مل سکتی اپنی خوشنودی و غضب اور اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے، والدین کی خوشنودی، غضب اور اطاعت کے ساتھ رکھا ہے اُن سے نیکی کرنا ضروری اور ان کی مخالفت کو حرام کہا گیا ہے حتیٰ ''اُف'' جو ایک چھوٹا لفظ ہے اُن کی مخالفت میں زبان پر لانے کو حرام قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔

احادیث شریف

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے ہدایت دینے والے جانشینوں سے روایات نقل کی گئی ہیں، جن میں والدین کی جانب توجہ رکھنے کو لازم کہا گیا ہے، اُن کے احترام کو ضروری جانا گیا ہے۔ کچھ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: ماں باپ کی جانب محبت سے دیکھنا عبادت ہے (۲)

۱۔ تمھارے پروردگار نے فیصلہ کردیا ہے اُس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ اگر اُن میں سے ایک یا ہر دو بوڑھے ہو جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہو اُن سے جھگڑا نہ کرو بلکہ اُن سے نرم لہجے میں کلام کرو۔ اور اُن کے آگے مہربانی سے اپنے دونوں بازو جھکا کر رکھو اور کہو پروردگار! اُن دونوں پر رحم کر جیسے کہ اُنھوں نے بچپن کے وقت مجھ پر کیا تھا۔ اسراء (۱۷) ۲۳، ۲۴

۲۔ اخلاق اہل بیتؑ، ۳۵۴

۲۔امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسولؐ اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: کسی چیز کو اللہ تعالٰی کے ساتھ شریک نہ کرو، اگرچہ تجھے زنجیروں سے جکڑ دیا جائے یا آگ میں ڈال دیا جائے، اپنے دل کو ایمان سے مطمئن رکھو، والدین زندہ ہوں یا مردہ، اُن کا حکم مانو، اُن کے ساتھ نیکی کرو، یہ عمل علامت ایمان ہے(۱)

۳۔امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو کہ بہشت میں جگہ حاصل کروگے، اگر اُن کی اطاعت سے دُوری کروگے تو جہنم میں ٹھکانہ ہوگا(۲)

۴۔روایت نقل کی گئی ہے، ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میرے ماں باپ بوڑھے ہو چکے ہیں، میں اُن کی خدمت میں رہتا ہوں اور ایسے اُن کی دیکھ بھال کرتا ہوں جیسے اُنھوں نے بچپن میں میری دیکھ بھال کی تھی، کیا میں نے اُن کا حق ادا کر دیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، اُنھوں نے تمھاری پرورش کی اور تمھاری زندگی کے بھی خواہاں تھے اور

۱۔اصول کافی، کلینی، ۲/۱۵۸، ح ۲۔

۲۔نیز، ۲/۳۴۸، ح ۴

تم اُن کی ایسی دیکھ بھال کرتے ہو کہ اُن کی موت کے انتظار میں ہو(۱)

۵۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: بے شک جو بندہ والدین کی زندگی میں اُن کی خدمت کرتا ہو، مگر جب وہ مرجائیں تو اُن کا قرضہ ادا نہیں کرتا اور اُن کے لئے طلب مغفرت نہیں کرتا، تو اِس بنا پر پروردگار نے اُس کو نافرمان اور عاق لکھ دیا۔ اور ایک ایسا بندہ ہے کہ جو اپنے ماں باپ کے زمانے میں اُن کا نافرمان اور عاق تھا اور اُن کی نسبت نیکی انجام نہیں دیتا تھا لیکن جب وہ مرجاتے ہیں تو وہ اُن کا قرضہ ادا کرتا ہے اور مغفرت طلب کرتا ہے تو خداوند اُس کو نیکوکار لکھ لیتا ہے(۲)

۶۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے تحریر فرمایا: تین چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں چھوٹ نہیں دی، امانت کا ادا کرنا، نیک ہو یا بُرا آدمی ہو قول وقرار سے وفاداری کرنا چاہیے. والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہے وہ نیک ہوں یا بد ہوں (۳)

۷۔ امام سجاد علیہ السلام رسالہ حقوق میں فرماتے ہیں: اور تمہارے والدین کا حق کہ جان لو وہ تمہاری اساس و بنیاد ہیں اور تم اُن کی

۱۔ اخلاق اہل بیت، ۳۵۲

۲۔ اصول کافی، کلینی، ۱۶۳/۲، ح ۲۱

۳۔ اصول کافی کلینی، ۱۶۲/۲، ح ۱۵۔ وافی، فیض کاشانی، ۹۳/۳

شاخ ہو، اگر وہ نہ ہوتے تم بھی نہ ہوتے۔ پس جب اپنے اندر کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے ہو! تو جان لو کہ اِس نعمت کا سرچشمہ تمہارا باپ ہے (اُس کو اپنے والد کی وجہ سے حاصل کیا ہے) اور اللہ تعالی کی سپاس گذاری کرو اور اپنے باپ کے بھی شکرگذار بنو۔ **ولا قوۃ الا باللہ**(۱)

لاتعداد حدیثیں ہمارے سامنے ہیں جو والدین کی اطاعت کرنے اور اُن کے ساتھ نیکی کے برتاؤ پر تاکید کرتی ہیں اور اُن کو دینی ذمہ داری جانتی ہیں۔

ماں سے نیکی

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے ماں سے نیکی اور احسان کرنے کو باپ پر مقدم رکھا ہے۔ اُن کی خدمت اور حفاظت پر تاکید کی ہے، کچھ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ امام صادق علیہ السلام، روایت کرتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے ساتھ احسان کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اپنی ماں پر۔ اس نے پھر پوچھا کس پر احسان کروں؟ آپؐ نے فرمایا ماں پر۔ اُس آدمی نے پھر پوچھا: کس پر احسان کروں؟ آپؐ نے فرمایا ماں پر۔ اُس آدمی نے پھر پوچھا: کس پر

۱۔ رسالہ حقوق، ۱/۴۸۹

احسان کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اپنے والد پر(۱)

۲۔امام زین العابدین وسید الساجدین علیہ السلام ماں کے حق میں فرماتے ہیں: تمہاری ماں نے تمہاری ایسی دیکھ بھال کی ہے کہ کسی دوسرے کو ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ اور میوہ دل کو تجھے اِس طرح کھلایا ہے کہ کوئی دوسرا اُس طرح تجھے نہ کھلا سکے گا اور حقیقت یہ ہے کہ مکمل طور پر تمہاری آنکھوں، کانوں، ہاتھ پاؤں کی ایسی حفاظت کی ہے اور اُس حفاظت کرنے میں اُس نے دل وجان کی خوشی کے ساتھ ہر دکھ و درد کو قبول کیا ہے۔اور ہر طرح کی آفات کو تجھ سے دُور کیا ہے اور اُس نے تجھے پالا، اور راضی تھی کہ تم سیر رہو اور خود بھوکا رہے، تجھے نیا لباس پہناتی اور خود موٹے جھوٹے لباس پر گذارا کرتی، تجھے سیراب کرتی اور خود پیاسا رہتی تھی۔ تجھے سایے میں رکھتی تھی اور خود دھوپ برداشت کرتی تھی۔

اور اپنی مشکل وسختی کے باوجود تجھے نعمت بخشتی ہے اور خود بیدار رہ کر تجھے نیند کا مزہ دیتی ہے، اُس کا شکم تیری زندگی کا ظرف تھا، اُس کا دامن تیری پرورش گاہ تھی۔ اُس کے پستان تیرے لئے چشمہ حیات تھے، اُس کی جان تیرے لئے حفاظت گاہ تھی، دُنیا کی سردی وگرمی، تیرے لئے اُس نے برداشت کی، پس اُن سب زحمتوں کے قدر شناس بنو، اس کی سپاس گذاری اور قدردانی نہیں کرسکتا مگر

۱۔اصول کافی، کلینی ۱۵۹/۲، ح۹۔وافی، ملامحسن فیض، ۳۹/۳

اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے ساتھ (۱)

ماں سے بچے کو کس قدر فائدہ پہنچتا ہے اور وہ کس قدر اپنے فرزند پر الطاف رکھتی ہے اور ہم اس کی سپاس گذاری میں کس قدر ناتوان ہیں! اگر اُس کی مہربانی اور حفاظت نہ ہوتی تو آدمی کے لئے جینا ممکن نہ تھا۔

۳۔ ابراہیم بن مہزم نے روایت کی ہے: میرے اور والدہ کے درمیان لفظی نزاع واقع ہو گیا، میں نے اُن سے سختی کے ساتھ کلام کیا، اُسکے بعد امام ابوعبداللہ حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا، آپؑ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: کیا ہو گیا کہ تم نے اپنی والدہ کے ساتھ نازیبا کلام کیا؟ کیا نہیں جانتے کہ اُس کا شکم ایک ایسی سرائے تھی کہ جس میں تم نے دن گذارے، اُس کا دامن، تمہارا گھوارہ بنا کہ اُس نے آرام دیا۔ اُس کے سینے سے تم نے بھوک مٹائی۔ اُس کے باوجود اُس سے سختی سے کلام کرتے ہو؟! (۲)

انسان اپنی ماں کا حقیقت میں مقروض ہے اور لازمی ہے کہ اُسکے احساسات کا لحاظ کرے اور جس طرح بھی ممکن ہو اُس کی خوشنودی حاصل کرے کیونکہ وہ اُس کی حفاظت کرتی ہے اور اُس کی پناہ گاہ بنتی ہے۔

یہ چند روایات تھیں جو اہل بیت علیہم السلام سے ماں کے حق میں پیش کی گئی ہیں

۱۔ رسالہ حقوق ۱/۴۸۴

۲۔ بحارالانوار مجلسی ۱۶/۲۳

جب وہ بوڑھی ہو جائے تو خصوصی طور پر اُس کی دیکھ بھال کی جائے کیونکہ بڑھاپے میں وہ توجہ اور احسان کی زیادہ نیاز مند ہوتی ہے۔

حقوق فرزند

اولاد کا اپنے ماں باپ پر حق ہے، اور اہم ترین یہ ہے کہ اُس کی تربیت اچھے انداز سے کی جائے، اخلاق بلند اور نیک عادتوں کی اُس کو تربیت دی جائے اور اُس کو بُرے کاموں، اخلاقی خرابیوں بدقماش لوگوں کی دوستی سے دُور رکھے تاکہ اُن کے فرزند اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور معاشرہ کے لئے روشنی پھیلانے والے بن سکیں کیونکہ فرزند صالح، جنت کے پھول کی مانند ہے جیسے کہ حدیث نبویؐ میں آیا ہے۔ آدمی کے لئے خوش بختی ہے کہ اُس کا صالح بیٹا اُس کے نیک طریقے کو جاری رکھے۔ اس وجہ سے فرزند کے حقوق اُس کے والد پر یہ ہیں کہ اُسکی ادب و آداب کے طریقے سے تربیت کرے اور اُس کے اخلاق کو پاکیزہ بنائے:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: فرزند کے حقوق اُس کے والد پر یہ ہیں کہ اُس کے لئے اچھا نام رکھے اور اُسے لکھنا سکھائے جب وہ بالغ ہو جائے تو اُس کی شادی کرے(۱)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: بیٹے کا اپنے والد پر یہ حق ہے

۱۔ کنز العمال، متقی ھندی، ۱۶/۴۵۷، ح ۴۵۴۱۶۔ بحار الانوار، مجلسی، ۴/۸۰۔ مستدرک الوسائل، محدث نوری ۱۵/۱۶۶، ح ۱۷۸۷۶

کہ اُسکا اچھا نام رکھے اُسکی اچھی تربیت کرے اور نیکی کے ساتھ اَدب سکھائے (۱)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: حق فرزند، اپنے والد پر یہ ہے کہ اُسے لکھنا، تیرنا اور تیراندازی سکھائے، حلال کے علاوہ اُسکو کوئی اور رزق نہ دے اور جب بالغ ہو جائے تو اُس کی شادی کرے (۲)

۴۔ امام زین العابدین وسید الساجدین علیہ السلام فرماتے ہیں: اور تمہارے بیٹے کا تم پر یہ حق ہے کہ وہ تم سے ہے اور جو عمل وہ انجام دے نیک یا بد عمل تجھ سے وابستہ ہے اور تمھاری درست تربیت سے اُس کی راہنمائی پروردگار کی جانب اور اپنی فرمانبرداری کے بارے میں ذمہ دار ہو اور اس ذمہ داری کی بنا پر اَجر حاصل کرو گے، پس اپنے فرزند کی اس طرح تربیت کرو اور اسے وہ آداب سکھاؤ کہ اچھے اثرات کے حامل ہوں کہ اس کے اچھے اثرات خود دیکھو اور پھر اسی حسن عمل کا اجر اپنے پروردگار سے بھی حاصل کرو اور اس کے کے نزدیک مسئول نہ ہو ، **ولا قوة الّا با لله** (۳)

ہم نے کتاب ''اسلامی نظام تربیت'' میں بچے کی تربیت اور اس کی تہذیب کے بارے میں بہت سی ضروری بحثیں کی ہیں تا کہ وہ معاشرہ کا ایک مفید شخص بنے

۱۔ شعب الایمان، بیہقی، ۴۰۲/۶، ح ۸۶۶۷۔ کنز العمال، ۴۱۷/۱۶، ح ۴۵۱۹۳۔ مستدرک الوسائل، محدث نوری، ۱۵/ ۱۲۸، ح ۱۷۷۴۸

۲۔ السنن الکبری بیہقی ۱۵/۱۰۔ کنز العمال، ۴۴۳/۱۶، ح ۴۵۳۴۰۔ الدر منثور، سیوطی، ۱۹۴/۳

۳۔ رسالہ حقوق، ۵۰۷/۱

شوہر کے حقوق

شوہر کے حقوق، بیوی پر ہیں جوضروری ہیں اُن ادا کیا جائے۔ اوران کی پابندی کی جائے، اُن میں سے از جملہ:

اطاعت شوہر

بیوی پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کے دستورات کی اطاعت کرے اور اُس کی مخالفت کرنا جائزنہیں ہے۔اگر مرد اپنی بیوی سے چاہتا ہو کہ گھر ہی میں رہے اور باہر نہ جائے تو اگر اُس کی بیوی نے مخالفت کی اور گھر سے باہر گئی یا سفر پر چلی گئی تو یہ سفر اُسکے گناہ کا سفر کہلائے گا اور اُس پر لازم ہوگا کہ اپنی نماز کو کامل ادا کرے البتہ بیوی پر حج واجب ہو، اور اس کو حج کے ایام گذارنے کی استطاعت ہو، اس کا شوہر اُس سے منع کرے تو یہاں پر اُس کے فرمان کی اطاعت واجب نہ ہوگی اور حج کیلئے اُس کا جانا واجب ہوگا، نیز اگر شوہر اپنی بیوی کو حرام کام انجام دینے پر جیسے بے حجابی، شراب پینا اور دوسرے حرام کاموں پر مجبور کرے، تو ان موارد میں اُس کے دستور کی اطاعت واجب نہ ہوگی کیونکہ مخلوق کی اطاعت، معصیت خالق میں جائزنہیں ہے۔

آداب کا لحاظ رکھنا

بیوی اپنے شوہر کے سامنے اَدب وآداب کا لحاظ کرے۔اُس سے تند لہجہ میں

بات نہ کرے یا کوئی ایسا عمل انجام نہ دے جو گھر میں جھگڑے کا باعث بنے، اگر ایسا کرے گی تو گھریلو زندگی برباد ہوسکتی ہے اور بچوں کے ساتھ یہ ظلم شمار ہوگا۔

بیوی کے حقوق

اسلام نے عورت کے بھی حقوق مقرر کئے ہیں کہ جس میں سعادت مندی کے ساتھ، خوشگوار اور آرام دہ زندگی کی ضمانت ہے بعض حقوق درج کئے جا رہے ہیں:

وجوب نفقہ

شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کا خرچہ اُٹھائے یعنی نفقہ دے، اگر شوہر ادا نہ کرے تو خاتون کو حق حاصل ہے کہ حاکم شرع کے پاس اُس کی شکایت کرے، تا کہ حاکم شرع اُس کو نفقہ ادا کرنے پر مجبور کرے۔ اگر اِس کے باوجود شوہر نفقہ نہیں دیتا تو اُس کے اموال سے بحکم سرکار نفقہ دلوایا جائے اور اُسکی بیوی کو دے دیا جائے۔ اگر بیوی، عدالت سے رجوع نہیں کرتی تو نفقہ دوسرے قرضوں کی مانند جو شوہر پر ہوں مقروض ہوگا، فقہاء اِس بارے میں کہتے ہیں: اگر مرد کے پاس مال ہو جو حج کرنے کے لئے جمع کیا ہوا ہو تو اُس پر واجب ہے، سب سے پہلے اپنی بیوی کا نفقہ ادا کرے۔ اگر نفقہ دینے کے بعد، اُس کے حج کے لئے مال کافی نہیں ہے تو پھر اُس پر حج کرنا واجب نہیں ہے۔

اقسام نفقہ

جو اقسام نفقہ شوہر پر لازم ہیں کہ اپنی بیوی کو ادا کرے، وہ عبارت ہیں:

۱۔گھر

گھر بیوی کے لئے ابتدائی ترین حق ہے، وہ اپنے شوہر سے یہ حق مانگ سکتی ہے تا کہ مستقل گھر اُس کے اور اُس کے بچوں کے لئے فراہم کرے تا کہ اُن کے لئے آزادی اور استقلال کی ضمانت ہو سکے۔

۲۔غذا

غذا وہ چیز ہے کہ تمام موارد میں جو بیوی کی احتیاج ہوں جیسے گوشت سے روٹی تک اور پھل وغیرہ۔۔۔مہیا کرے۔

۳۔لباس

وہ تمام لباس جو سردیوں، گرمیوں اور مختلف خوشی وغم کے اوقات میں اُس کی حاجت کے مطابق ہوں۔

۴۔بستر وفرش

کمروں کے لئے فرش اور چارپائیوں کے لئے بستر وچادریں اور دیگر چیزیں کہ بیوی کو اُن کی حاجت ہے اور وہ اُس کی شان کے مطابق ہو۔

۵۔صفائی کا سامان

وہ تمام سامان جو بیوی اپنے گھر کی سجاوٹ کیلئے حاجت رکھتی ہو۔ یہ سامان ہمارے زمانے میں مختلف اقسام کے پائے جاتے ہیں۔

فقہاء امامیہ کا اِس مقام پر یہ نظریہ ہے کہ تمام انواع نفقہ و وسائل، خاتون کی شان و مقام کے مطابق ہوں اور نیز یہ کہ بیوی کا نفقہ دیگر عزیزوں اور اقارب پر مقدم ہے۔ اس کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُس کے ساتھ عقد دائم ہونا چاہیے اور بیوی اپنے شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل کرنے میں عذر نہ کرے۔

عدل وانصاف

علاوہ ازیں شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کے ساتھ منصفانہ اور محبت آمیز سلوک کرے۔ بیوی کے جملہ حقوق بہ حسن و خوبی ادا کرے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسلمانوں کو تشویق دلاتے ہیں کہ اپنی بیویوں سے احسان و نیکی کرو۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں وہ نیک ترین ہے جو اپنے خاندان کیساتھ نیک رہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے خاندان کیساتھ نیک تر ہوں (۲)

واضح ترین نیکی کی علامتیں یہ ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ مہر و محبت و آشتی سے زندگی بسر کرے۔ اُس کو عزیز رکھتا ہو اور اُس کے احساسات کو مجروح نہ

۱۔ اور اُن کے ساتھ شائستہ سلوک کرو۔ نساء/۱۹

۲۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ۱۸۶/۲۰

کرے۔ بدزبانی نہ کرے اوراس کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

امام سجاد علیہ السلام نے اپنے رسالہ حقوق میں فرمایا:

اورحق بیوی کا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اُس کوتمہارے لئے مایہ آرام وآسائش و ہمدم وہمدرد بنایا ہےاور اِسی طرح ہرایک (میاں بیوی) پرواجب ہے،ایک دوسرے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے شکرگذار بنیں کہ یہ نعمت ہے جواُس نے بخشی ہےاور واجب ہے کہ خداوند کی نعمت کی قدردانی کرو،اچھے جیون ساتھی بنو۔اگرچہ تمہارا حق بیوی پرزیادہ ہےاورتمہاراحکم قبول کرنا،چاہے اُسکوپسند یاناپسند ہوجب تک کہ گناہ نہ ہواُس پرلازم ہےلیکن تم بھی مہربان ہمدم بنو۔

اس کاحق ہےاُس کے آرام وآسائش کے ہرممکن خیال رکھوتاکہ وہ مطمئن ہو اوریہ حق لازمی ہے **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ**(۱)

ہم بستری

بیوی کے حقوق میں سے شوہر پرایک یہ ہے کہ اُس کے ساتھ ایک جگہ آرام کرے۔ بے شک قربت باعث ایجادمحبت ودوستی،میاں بیوی کے درمیان ہے لیکن حقِ ہم بستری یہ ہے کہ جیسے فقہاء کہتے ہیں کہ ہرچارراتوں میں سے ایک رات ہے۔

۱۔رسالہ حقوق،۱/۴۵۱

رشتہ داروں کے حقوق

اسلام، رشتہ داروں کے بارے میں خصوصی توجہ رکھتا ہے۔ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق اور رابطہ و ہم نواء ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔جیسے اپنے خاندان میں میل جول ہوتا ہے۔اس سے عمر طولانی، رزق میں وسعت اور خوشنودی خدا حاصل ہوتی ہے۔

صلہ رحم کے بارے میں جو قرآن وسنت میں تاکید کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی قطع رحم سے پرہیز کیا جائے اس بارے میں قرآن کریم کی روشنی میں قرآن کریم نے مسلمانوں کو قطع رحم کرنے سے منع کیا ہے۔

اور اس کام کو جرم اور ایسا گناہ جو کہ تباہی و بربادی کی جانب لے جاتا ہے کہا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ .أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾(۱)

اللہ تعالی نے رشتہ داروں سے قطع کرنے کو زمین میں فساد سے تعبیر کیا ہے جس کی شدت سے ممانعت کی گئی ہے اس کا انجام بہت بُرا ہے۔

۱۔ پس اگر تم نے (اللہ سے رجہاد سے) منہ موڑ لیا تو اب تم سے یہی توقع ہے کہ زمین پر فساد اور رشتہ داروں سے قطع رحم کرو گے۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ نے اُن سے بیزاری کی ہے (لعنت) اور (دل وکان) اُن کے بہرے کر دیئے اور آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ محمد (۴۷) ۲۲و۲۳

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿ الَّذِيْنَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِيْ الأَرْضِ أُولَـئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾(۱)

اللہ تعالیٰ نے ان تین گروہوں کو ایک دوسرے کے مشابہ شمار کیا ہے۔

وہ جو کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں وہ جو کہ اپنے رابطے، اپنے عزیز و اقارب سے توڑ دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے روابط رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور وہ جو کہ زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نقصان اُٹھانے والا کہا ہے پس کیا اِس سے بدتر انجام کسی اور عمل کا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿وَالَّذِيْنَ يَنقُضُونَ عَهْدَاللّهِ مِن بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَاللّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَ يُفْسِدُونَ فِيْ الأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾(۲)

اللہ تعالیٰ نے ان تین گروہوں کے لئے ذلت اور بدترین انجام لکھ دیا ہے۔

۱۔ اور وہ جو اللہ سے عہد و پیمان کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن سے اللہ نے رشتہ برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے اُسے قطع کرتے ہیں، اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں، یہ وہ ہیں کہ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ بقرہ (۲) ۲۷

۲۔ رعد (۱۳) ۲۵

احادیث شریفہ

مسلمانوں کو صلہ رحمی کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے بہت سی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان حدیثوں کی درجہ بندی اس طرح ہے۔

اول: ان حدیثوں میں صلہ رحمی کرنے والوں کیلئے بہت اَجر کی بشارت دی گئی ہے از جملہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اُمت کے حاضرین اور غائبین جو آج سے لے کر قیامت تک مردوں کے اصلاب اور خواتین کے ارحام میں ہیں، وصیت کرتا ہوں کہ صلہ رحم کرتے رہیں اگر چہ رشتہ داروں کا فاصلہ ایک دوسرے سے ایک سال کی راہ کا کیوں نہ ہو کیونکہ صلہ رحم کرنا اسلام کے اجزا میں سے ہے (۱)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جو بھی میرے لئے ایک چیز کی ضمانت دے گا میں اُس کو چار چیز کی ضمانت دوں گا۔ جو صلہ رحم کرے گا، اُس کو پروردگار پسند کرے گا اور اُس کی روزی میں وسعت، عمر میں اضافہ کرے گا اور بہشت جس کا وعدہ کیا گیا ہے اُس میں وارد کرے گا (۲)

۱۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۱۵۱ ح ۵

۲۔ بحار الانوار، مجلسی، ۷۱/۹۸

جو صلہ رحم کرے گا، وہ اِسقدر فائدہ حاصل کرے گا کہ کوئی بھی دوسری نعمت، اس نعمت کی برابری نہیں کرسکتی؟

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جو بھی پسند رکھتا ہے ہو کہ اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں اضافہ فرمائے اور روزی میں وسعت عطا فرمائے تو اُس پر لازم ہے کہ رشتہ داروں سے میل جول رکھے کیونکہ رشتہ داروں کو قیامت کے دن ایک ایسی زبان عطا فرمائے گا جو کہے گی : یا اللہ اسے اپنا تقرب عطا کر جو کہ ہم سے میل و جول رکھتا تھا۔ اور اُس سے قطع تعلق کر جو ہم سے قطع رحم کرتا تھا(۱)

۴۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اپنے رشتہ داروں کی شکایت کرنے لگا ۔ میرے خاندان والے سوائے مجھ سے جھگڑا کرنے، قطع رحم اور گالم گلوچ کے علاوہ کچھ نہیں کرتے! کیا میں اُن سے ترک تعلق کرلوں؟ رسولؐ اللہ نے اُسے اِس عمل سے منع کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تم سب کو تمہارے حال پر چھوڑ دے گا۔ اُس نے عرض کیا، پھر کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تجھ سے قطع کرتا ہو اُس کے ساتھ میل جول برقرار رکھ اور جو تجھے محروم رکھتا ہو اُسکو عطا کر اور جو تجھ پر ظلم و ستم کرتا ہو اُس سے درگذر کر و اور اگر اسطرح کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اُنکے مقابلہ میں تمہارا پشت و پناہ بنے گا(۲)

۱۔ اصول کافی، کلینی، ۲/۱۵۶، ح۲۹۔

۲۔ بحار الانوار، مجلسی ۷۱/۶۶

اسلام، بدکاروں بالخصوص رشتہ داروں کے ساتھ نیکی، احسان، لطف و درگذر کی تعلیم دیتا ہے کیونکہ اگر اُن میں سے ایک صاحب مال وثروت بن جائے تو ممکن ہے کہ رشتہ دار اُس سے حسد کرنے لگیں۔

شاعر نے رشتہ داروں کے بارے میں شعر کہے ہیں:

ھا موا باذلا لی وھمت بعزھا

فانا بواد و العذول بواد

میرے رشتہ دار مجھے ذلیل وخوار کرنے پر تل گئے ہیں اور میں اُنکو عزت ووقار دینے کی تلاش میں ہوں اور میں ایک راستے پر ہوں اور رشتہ دار جو کہ مجھ سے ٹوٹ چکے ہیں، دوسرے راستے پر ہیں۔

ایک اور شاعر نے رشتہ داروں کے بارے میں شعر کہے ہیں:

و ان الذی بینی و بین بنی ابی

و بین بنی عمی لمختلف جدا

فان اکلوا لحمی وفرت لحومھم

وان ھدموا مجدی بنیت لھم مجداً

وان ضیعوا غیبی حفظت غیوبھم

وان ھم ھووا عنی ھویت لھم رشداً

لھم جلّ مالی ان تتابع لی غنی

وان قل عالی لم اکلفھم رفداً

وہ جو میرے، میرے بھائیوں اور چچا کے بیٹوں میں جاری ہے ایک دوسرے سے بہت تفاوت رکھتا ہے۔ اگر وہ میرا گوشت کھانا چاہتے ہیں، تو میں ان کے لئے گوشت آمادہ کروں گا۔ اگر وہ میری بزرگی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تو میں اُن کو بڑا ماننے کو تیار ہوں۔ اگر وہ میری بیکسی میں میرا لحاظ نہیں کریں گے تو میں تب بھی اُن کی غیر حاضری میں اُن کی پاسداری کروں گا اور اگر وہ مجھ سے اپنے چہرے بدل لیں گے تب بھی میں اُن کے لئے ھدایت طلب کروں گا۔ اگر مجھے ثروت حاصل ہو جائے تو میری تمام دولت وثروت اُن کے لئے ہوگی اگر غریب ہو جاؤں تو مدد و بخشش کی زحمت اُن پر نہیں ڈالوں گا۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ شرف ایک شخصیت کے لئے بلندی و بزرگی کا ہے۔ یہ نیکی و احسان ہے کہ جو اسلام کے مطابق ہے کہ یہ رشتہ داروں کے ساتھ ہو اگرچہ بعض رشتے دار، قرابت کا لحاظ نہ بھی رکھیں، ہم جانتے ہیں کہ اپنوں کا ظلم، بعض اوقات غیروں کے ستم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

شاعر متنبّی کہتا ہے:

وظلم ذوی القربی اشد مضاضۃ   علی النفس من وقع الحسام الھنّد

اقربا کے چلائے ہوئے تیروں کا درد وزخم، ھندی تلوار سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

۵۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: صلہ رحم، اعمال کو پاکیزہ کرتا ہے، سرمایہ میں اضافہ کرتا ہے، بلائیں دُور ہو جاتی ہیں، حساب و کتاب (قیامت کے روز) میں آسانی پیدا کرتا ہے اور موت کو مؤخر کرتا رکھتا ہے (۱)

۶۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو چیز عمر میں اضافہ کا سبب بنتی ہے وہ صلۂ رحم کے علاوہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔اگر کسی کی عمر صرف تین سال رہ گئی ہو اور وہ صلہ رحم کے علاوہ کچھ اور نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اُسکی عمر میں تیس سال کا اضافہ فرما دیتا ہے۔اور اگر کسی کی عمر تنتیس سال ہو اور قطع رحم کرنے والا ہو تو اس کی عمر سے تیس سال کم کر دیئے جاتے ہیں اور اس کی عمر تین سال رہ جاتی ہے (۲)

اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں کہ جو مسلمانوں کو صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے میل جول کا ایک دوسرے کیساتھ شوق دلاتی ہیں تا کہ مسلمان متحد ہو کر رہیں

دوسرا طبقہ

دوسرا، مسلمانوں کو قطع رحم سے منع کرنے کے سلسلے میں ہے اور قطع رحم کے نقصانات بیان کئے ہیں از جملہ:

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: چار ایسے عمل ہیں کہ اُن کی

۱۔اصول کافی، کلینی ۲/۱۵۰، ح۴

۲۔نیز ۲/۱۵۲، ح۱۷

سزا دوسرے اعمال سے جلدی مل جاتی ہے: جس سے نیکی کریں اور وہ اُس کا جواب بدی سے دے۔ جس پر آپ ستم نہ کریں وہ آپ پر ستم کرے ۔ جس سے آپ نے عہد و پیمان کیا ہو اور اُس سے وفا کریں مگر وہ بے وفائی سے پیش آئے، وہ جو کہ رشتہ داروں سے میل جول رکھے اور وہ اُس سے لاپرواہ رہیں اور میل جول نہ رکھیں (۱)

یہ چار گروہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہیں اور شیطان اُن کی عقل پر قابض ہے، اور وہ گمراہ ہیں۔

۲۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: امیر المومنین علی علیہ السلام کی کتاب میں آیا ہے۔ تین ایسے عمل ہیں کہ اُن کا انجام دینے والا اُس وقت تک دنیا سے نہیں جائے گا جب تک اُن کا یہاں پر انجام نہیں دیکھ لیتا، وہ تین عمل: ستم، قطع رحم اور جھوٹی قسم کھانا ہے کہ وہ خدا سے جنگ کرتا ہے (۲)

۳۔شعیب عقرقوفی روایت کرتے ہیں کہ یعقوب مغربی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے بلا کسی تمہید و پیش بندی اس سے کہا:

اے یعقوب! کل تم سے آتے وقت ، اپنے بھائی سے جھگڑا ہو گیا، اور تم میں گالم گلوچ ہوئی، یہ سب میری اور میرے آباءواجداد کی سیرت کے خلاف ہے

۱۔خصال، صدوق ۱/۲۳۰

۲۔اصول کافی، کلینی ۲/۳۴۷، ح ۴

اور نہ ہی کسی کو بھی ہم نے اس کا فرمان دیا ہے ۔ پس خدائے واحد سے کہ وہ بے نیاز ہے ڈرا کرو اور تم دونوں، موت کے سبب ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ گے۔ تمھارا ایک بھائی سفر میں ہوگا، اس سے پہلے کہ وہ اپنے خاندان میں پہنچے ، مارا جائے گا، اور تم اس سبب سے جو کیا ہے پشیمان ہو جاؤ گے اور اس وجہ سے بھی کہ تم ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے، تو خداوند نے بھی تمہاری عمر کو کم کر دیا۔ اس کے بعد یعقوب نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں میری موت کب آئے گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری عمر کا بھی خاتمہ ہونے والا تھا مگر جو تم نے اپنی پھوپھی پر احسان کیا اور اُن کی دیکھ بھال کی، اس کی وجہ سے تمہاری عمر میں بیس سال کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جو امام علیہ السلام نے اُسے خبر دی تھی، درست ثابت ہوئی اور یعقوب کا بھائی اپنے خاندان سے دُور راستے ہی میں انتقال کر گیا اور اُسے راستے میں ہی دفن کر دیا گیا(۱)

اپنے رشتہ داروں سے میل جول نہ رکھنے کی بنا پر، عمر میں کمی واقع ہوتی ہے روزی میں برکت نہیں رہتی، اللہ غضب ناک ہوتا ہے اور گھر ویران ہو جاتے ہیں

۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام، ۲/۲۶۴

ہمسایوں کے حقوق

آئین اسلام نے روابط اجتماعی کی تمام اقسام کے حقوق کا پورا خیال رکھا ہے تاکہ مسلمان، غیروں کے مقابل اتحاد واتفاق سے رہ سکیں۔ ہمسائیگی بھی روابط اجتماعی میں سے ایک ہے جسے اسلام نے اہمیت دی ہے اور ہمسایوں کے لئے قرین فطرت احکام بنائے ہیں تاکہ مایۂ محبت والفت ہوں۔ اچھا ہمسایہ، اپنے مخصوص قرب کے ساتھ ہم بستگی اور اتحاد اجتماعی رکھتا ہے ۔ جس کی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے اس پر خاص توجہ دی ہے ۔

قرآن وسنت میں ہمسایوں کے بارے میں ہے۔اُس کے کچھ نمونے ذیل میں موجود ہیں۔

قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم نے سفارش کی ہے کہ ہمسایوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے اور اُن پر احسان کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ

یُحِبُّ مَن کَانَ مُختَالاً فَخُوراً﴾(۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے، اپنے بندوں کو عبادت و ایمان کے ساتھ ساتھ والدین، رشتہ داروں و یتیموں اور حاجت مندوں، دور اور نزدیک کے ہمسائے سے نیکی کی تاکید فرمائی ہے، اللہ تعالی نے مسلمانوں میں اجتماعی وابستگی، اُن میں بھائی چارے کے رشتے کو باندھنے، اُن کے ساتھ نیکی کرنے کو اپنی عبادت کے بعد نیکی قرار دیا ہے۔

احادیث شریف

ہمسایوں سے خوشگوار تعلقات اور اُن پر احسان کرنے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بہت حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں سے کچھ حدیثیں بیان کرتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ہمسایوں کے ساتھ اچھے برتاؤ سے گھر آباد رہتے ہیں اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے(۲)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: وہ مجھ پر ایمان نہیں لے آیا

ا۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دو اور والدین کے ساتھ احسان کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور اپنے ہمسایوں اور دوسرے کے ہمسایہ عزیزوں، مسافروں اور اپنے غلاموں (کنیزوں) کے ساتھ نیکی کرو اور اللہ متکبروں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔ نساء (۴) آیت ۳۶

۲۔ اصول کافی کلینی، ۲/۶۶۷، ح ۱۰

جوخود تو رات شکم سیر گذارے اور اُس کا ہمسایہ بھوکا رہے ۔کسی بھی محلّے یا آبادی میں اگر ایک شخص رات بھوکا رہے تو خداوند اُس آبادی پر اپنی نظر رحمت نہیں فرمائے گا(۱)

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا : جبرائیل نے مسلسل مجھے ہمسایہ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ یہاں تک مجھے گمان ہونے لگا کہ اُس کو میراث میں شامل کر دیا جائے گا(۲)

۴۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب یعقوب علیہ السلام کے پاس سے بنیامین چلا گیا،تو آپؑ نے فریاد کی: پروردگارا! کیا مجھ پر رحم نہیں کرے گا؟ میری دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور دو بیٹوں کو بھی دُور کر دیا!

اللہ نے اُن پر وحی نازل فرمائی: اگر اُن کو موت دوں تب بھی تمھارے لئے زندہ کر دوں گا تاکہ تم سبکو ایک ساتھ اکٹھا کر دوں،لیکن اُس وقت کو یاد کرو جب بھیڑ کو ذبح کیا اور بریان کیا اور خود کھالیا اور فلاں،فلاں خوددار، بھوکے رہ گئے تم نے اُن کو کھانے کے لئے کچھ بھی نہ دیا(۳)

۱۔اصول کافی،کلینی ،۲/ ۶۶۷ ح ۱۴

۲۔شرح نہج البلاغہ ۸/۱۷

۳۔اصول کافی،کلینی ،کتاب العشرہ،۲/ ۶۶۶،ح ۴۔وافی،ملا محسن فیض کاشانی،۳/ ۹۷

توجہ کی آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہمسایوں کی کتنی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کو لازم جانتے تھے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اور ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ اُس کی غیر موجودگی میں اس کے خیر خواہ بنیں اور جب ملے تو کشادہ روئی سے استقبال کرو کسی بھی حال میں اس کے عیب کی تلاش میں نہ رہو، اور جو اُس میں بُرائی یا کمزوری ہے اس کی کھوج نہ لگاؤ کہ اِس سے باخبر ہو جاؤ، اگر اتفاقاً معلوم ہو جائے، تو لازمی ہے اُس بدی پر پردہ ڈال دو، اگر نیزے مارے جائیں (اُس راز سے آگاہ ہونے کے لئے) کہ اُن کو فاش کرو کہ وہ ذلیل ہو تب بھی فاش نہ کرو اور جو نہیں جانتے ہو اُس کے بارے میں کسی سے بھی اُس کے خلاف کان نہ دھرو اور جب وہ مشکلات میں گھرا ہو تو اُسکی مدد کرو اور کبھی بھی اُس کی نعمت پر حسد نہ کرو، اُسکی خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر کرو، اگر وہ جہالت سے پیش آئے تو اُس کے مقابل میں بردباری سے پیش آؤ اور اُس کے ساتھ اتحاد و اتفاق سے رہو۔ دوسروں کی ناسزا باتوں میں اُسکا دفاع کرو۔ ملامت آمیز نصیحت کرنے والے کے چنگل سے اسے دور کرو اور اُس سے مہربانہ معاشرتی معاملات کرو۔ ولا حول ولا قوة اِلّا باللّٰه (۱)

۱۔ رسالہ حقوق ۱۵۵/۲

اپنے ہمسایوں کے لئے امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا

بارخدایا! محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور ہمسایوں میں سے جو ہمارے حق کو پہنچاتے ہیں اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں، اُن کے حق میں بہتر سلوک کرنے کیلئے مدد فرما۔

بارخدایا! ہمارے ہمسایوں اور محبوں کی مدد کر کہ تیری ہدایت کے مطابق تیرے احکام پر عمل پیرا ہو سکیں. جو ضعیف ہیں اُن کی مدد کے لئے. جو حاجت مند ہیں ان کی حاجت براری کی خاطر، جو مریض ہیں اُن کی عیادت کیلئے، جو مسافر ہیں اُن کی راہنمائی کے لئے، جو مشورہ لینے والے ہیں اُن کی نصیحت کے لئے، مسافر جب پلٹ کر آئیں تو اُن کے دیدار کے لئے، اُن کے راز کو پوشیدہ رکھنے کیلئے، اُن کے عیب چھپانے کے لئے، جن پر ظلم ہوا ہے اُن کی مدد کے لئے، روزمرہ کے کاموں میں اُن کی دست گری کے لئے، اُن کو عطا و بخشش کے لئے، اُن کی حاجتوں کو پورا کرنے، اِس سے پہلے کہ وہ درخواست کیلئے لب کھولیں، ہماری مدد فرما!

بارخدایا! مجھے توفیق عطا کر کہ جو میرے ہمسایے اور دوست بدکردار ہیں میں اُن کے ساتھ اچھائی کروں، اُن میں سے جو ستم کار ہیں، درگذر کر سکوں، اور اُن کے بارے میں بدگمانی سے مجھے محفوظ رکھ۔ سب کے ساتھ مہربان اور شفیق بن کر

رہوں۔ اُن کی پاک دامنی کی پاسداری کی خاطر میں اپنی آنکھیں بند رکھوں اور اُن کے ساتھ متواضعانہ انداز سے پیش آؤں، اور اُنکے دردمندوں پر نظر رحمت رکھوں، اُنکی غیر حاضری میں اپنی مودّت کا اظہار کروں اور خیر خواہی کے طریقے سے اُن کی نعمتوں میں دوام کا طلب گار رہوں۔ اور جو کچھ اپنے رشتہ داروں کے لئے چاہتا ہوں اُن کے لیے بھی طلب کروں۔ اور جو بھی اپنے خاص لوگوں کے لئے چاہتا ہوں اُن کے لیے بھی چاہوں۔

بارخدایا! محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج، جو میں اُن کے لئے چاہتا ہوں، مجھے بھی اُن کی مثل روزی عطا کر، اور اُن کی فراوانی کی طرح، مجھے بھی بہرہ مند کر اور اُن کی بصیرت میں اضافہ کر کہ میرے حق کی مواظبت کر سکیں اور میرے فضل وشرف کو پہچان سکیں تا کہ وہ مجھ سے زور میں، ان سے حسن سلوک کر سکوں، آمین یا رب **العالمین** (۱)

اخلاق نبویؐ اور آئمہؑ طاہرین میں سے چند گوشے پیش کئے ہیں اور خداوند متعال چاہتا ہے کہ مسلمان اپنے اُمور کو اپنے ہاتھوں میں رکھیں اور عام وخاص اُن کی حکومت میں خوش بخت بن جائیں، لیکن افسوس جاہلیت کی طاقتوں نے آئمہ معصومین علیہم السلام کو جائز مقام ومنصب سے دُور کر دیا۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۶

امام سجاد علیہ السلام پیشواء الٰہی جو اپنے زمانے میں منفرد شخصیت تھے اور مادی آرام و آسائش، دولت و ثروت سے دُور تک تعلق نہ رکھتے تھے دین اسلام میں منارہ حق اور معجز نما ذات گرامی تھے۔ اُنکے اخلاق اور اوصاف حمیدہ بیان کرنے سے زبان عاجز ہے ۔ اس امامؑ نے اپنی تعلیمات میں تاکید کی ہے کہ ہمسایوں کے ساتھ نیکی اور احسان کریں۔

ہمسایہ امام صادق علیہ السلام

مدینہ منورہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک ہمسایہ کو، ایک حاجت درپیش آئی، مجبوراً اُس نے اپنے گھر کے بیچنے کا اعلان کر دیا اور اس نے اس کے لئے دوگنی قیمت رکھی۔ جب اس سے اس قیمت کے بارے میں سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا: آدھی قیمت گھر کے لئے اور آدھی قیمت امام صادق علیہ السلام کی ہمسایگی کی بنا پر رکھی ہے کہ نیکی اور احسان میں اُن جیسا روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔ جب امامؑ کو اس کے بارے اطلاع حاصل ہوئی تو آپ نے اس کی ضرورت کو پورا کر دیا۔

داستانِ عبرت

یہ امام صادق علیہ السلام کے ہمسایہ کی داستان کے بالکل برعکس ہے۔ ایک شخص اپنے ہمسایہ سے حسد و کینہ رکھتا تھا، اسکی بدبختی اور ہلاکت کی آرزو رکھتا تھا.

اس مقصد کے حصول کے لئے اُس نے ایک غلام خریدا اور اس سے بہت مہربانی سے پیش آنے لگا، پھر اس غلام سے تقاضا کیا کہ اُسے (اپنے مالک کو) ہمسایہ کی چھت پر قتل کردے تا کہ قتل کے جرم میں ہمسایہ پکڑا جائے۔ وہ دونوں چھت پر گئے اور غلام نے اپنے آقا کی گردن کاٹنا شروع کی۔ ہمسایے نے جب آواز سنی تو تیزی سے چھت پر پہنچا اور اس نے دیکھا کہ وہ غلام اس کے ہمسایے کے سینے پر سوار ہے اور اس کا سر کاٹ رہا ہے۔ اس نے غلام کو قابو کیا اور پولیس کے حوالے کردیا۔ غلام نے اپنے آقا کا حکم اعتراف میں اُگل دیا۔ قاضی نے اُسے معاف کردیا اور اس کے آقا کو سزا ملی۔ حسد و کینے کا نتیجہ کتنا بھیانک نکلتا ہے۔

مغربی دنیا میں ہمسایے

مغربی دنیا میں اجتماعی تعلقات حتی خاندان کے افراد کے درمیان بھی ختم ہو چکے ہیں! لہذا ہمسایوں کے درمیان دوستی اور روابط کا فقدان ہے۔

مغربی معاشرے کے زیادہ تر افراد لہوولعب اور بے حیائی کی زندگی گذار رہے ہیں، جب بوڑھے ہوجاتے ہیں تو ان کے رفیق کتّے وغیرہ ہی ہوتے ہیں جب مرجاتے ہیں تو کارپوریشن والے اُن کو دفنا آتے ہیں۔

ستم ظریفی ہے کہ اُنکے قریبی بھی تشییع جنازہ اور تدفین میں حاضر نہیں ہوتے اُن مراسم میں ہمسایوں کا حاضر ہونا تو دُور کی بات ہے! جدید تہذیب و تمدن میں

کیا آزادی کا مفہوم یہی ہے جس پر وہ ناز کرتے ہیں؟

تمدن کی سچائی کہ اِس میں انسان پناہ لے کر آسائش تک پہنچ سکے صرف اسلام ہی میں مل سکتی ہے نہ کہ مغربی حکومتوں میں، جو ملکوں کے درمیان جنگ وجدال کرانے اور اُن کی ثروت کو لوٹنے میں مشغول ہیں۔ حقوق ہمسایہ کے بارے میں کہ جسے اسلام نے اہمیت دی ہے، گفتگو کو یہاں، اختتام پر پہنچاتے ہیں۔

حقوق دوستی

اجتماعی زندگی میں اہم ترین چیزوں میں سے ایک دوستی ہے کہ کسی بھی حال میں اِس سے بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ انسان کا خاصّہ ہے کہ عزیزوں اور دوستوں سے لگاوٹ اور میل جول رکھے، ایک دوسرے کے دکھ درد، خوشی وشادی میں شریک ہوں۔ دوستی کی اہمیت پر، اسلام نے بہت توجہ دی ہے. اس کی خصوصیات ومظاہر کو روشن کیا ہے از جملہ:

نیکوں کا ساتھ

قرآن کریم نے نیکوں اور پرہیز گاروں کے ساتھ میل جول رکھنے کی تاکید کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا

تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا﴾(۱)

قرآن کریم کا فرمان ہے کہ اُن صالح مومنین سے جو کہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں، اُسکی خوشنودی اور طلب مغفرت چاہتے ہیں، کی پیروی کریں، اُن سے میل جول رکھیں اور اُن کی رفاقت سے جو کہ ہوائے نفس کے پجاری ہیں اور افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، پرہیز کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى عَنۡ ذِكۡرِنَا وَ لَمۡ يُرِدۡ اِلَّا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا﴾(۲)

یہ آیت بھی پچھلی آیت کے مثل ہے، یہاں بھی مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ پرہیزگاروں کے ساتھ میل جول رکھیں تا کہ صفات بلند اور فضائل حاصل کر سکیں۔ کیونکہ دوست دوسرے دوست کے افکار زندگی، اجتماعی و سیاسی میں اثر انداز ہوتا ہے، اس بارے میں کہا گیا ہے۔

عن المرء لاتسئل وسل عن قرینه   فکل قرین بالمقارن مقتدی

خود اس سے نہ پوچھو، بلکہ اس کے دوست سے پوچھو، کیونکہ ہر دوست، اپنے دوست کی رفاقت کا اَثر قبول کرتا ہے

۱۔ (اے رسول) اپنے آپ کو ان لوگوں تک محدود رکھیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی خوشنودی کے طالب ہیں، اپنی نگاہوں کو ان سے نہ پھیریں، کیا آپ دنیاوی زندگی کی آرائش کے خواہش مند ہیں؟ آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے خالی کر دیا اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے ان کے کاموں میں افراط ہے: کہف، ۲۸

۲۔ جو بھی ہمارے ذکر سے دُوری کرتا ہو اور زندگانی دنیا کے علاوہ اُس کا کوئی اور ارادہ نہ ہو، تو آپ بھی اُس سے دُوری کر لیں نجم (۵۳) ۲۹

ماہرین معاشرہ کہتے ہیں: اجتماعی زندگی میں افراد ایک دوسرے پر اَثر انداز ہوتے ہیں اور اَثر کو قبول کرتے ہیں۔ اس بنا پر ہر انسان اپنے منصوبے اور وہ اُس سے اَثر قبول کرتے ہیں ۔ لہذا ضروری ہے کہ دوست میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہونے چاہیں:

صداقت

امام علی امیر المومنین علیہ السلام نے سچے اور صاف گو دوستوں کی دوستی پر بہت تاکید کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: سچے دوستوں کی تلاش میں رہو اور اُنکی تعداد میں اضافہ کرو کہ وہ اچھے دنوں کے دوران سرمایہ اور مشکل وسختی میں ڈھال ہوتے ہیں(۱)

اعتماد

امام امیر المومنین علیہ السلام نے ہمیں توجہ ورغبت دلائی ہے کہ با اعتماد لوگوں سے دوستی کریں۔ آپؑ نے فرمایا: جو بھائی مورد اعتماد ہیں، وہ ہی طاقت و قوت اور اہل و مال ہیں۔ پس اگر اپنے بھائی پر اعتماد رکھتے ہو تو اپنا مال و جان سے اُس کے لئے حاضر رہو۔ اُسکے دوستوں سے دوستی کرو اور اُس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔ اُس کے راز دار اور عیبوں کے پردے دار بن کر رہو اور اُس کی خوبیوں کو آشکار کرو۔

۱۔ بحار الانوار، مجلسی، ۷۱/ ۱۸۷

جان لو ایسے بھائی سرخ معدنی پارس پتھر سے بھی زیادہ کمیاب ہے(۱)

بُری عادات

اسلام نے مسلمانوں کو بری عادات وخصلت والوں کی دوستی سے منع کیا ہے کیونکہ اُن کی دوستی اور قربت بدبختی اور تباہی کا سبب بنتی ہے۔

امام زین العابدین وسید الساجدین علیہ السلام اپنے بیٹے امام باقر علیہ السلام کو اپنی وصیت میں فرماتے ہیں: میرے عزیز بیٹے! پانچ طرح کے آدمیوں سے رکو، اُن سے گفتگو اور رفاقت اور ہم نشینی نہ کرو۔

امام باقر علیہ السلام نے عرض کیا: بابا جان! یہ کون ہیں؟ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: میرے عزیز بیٹے! جھوٹے کی دوستی وہم نشینی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ ، سراب کی مانند ہے، وہ دُور کو تمھارے نزدیک کرے گا اور نزدیک کو تجھ سے دُور کردے گا ۔ فاسق کی دوستی وہم نشینی سے دُور رہو کیونکہ وہ تجھے ایک وقت کے کھانے یا اُس سے کم تر کے عوض میں فروخت کردے گا. کنجوس کی دوستی سے محفوظ رہو، وہ اس وقت جب تجھے اُس کی بہت زیادہ حاجت ہوگی چھوڑ دے گا۔ احمق کی دوستی سے بچو! وہ چاہے گا کہ تجھے فائدہ پہنچائے مگر نقصان پہنچادے گا۔ اُس کی دوستی اور ہم نشینی سے محفوظ رہو جو اپنے خاندان سے قطع رحم کرتا ہو کیونکہ میں

۱۔ الاسلام منہج مشرق للحیاۃ، ۱۴۹

لعنت شدہ پایا ہے۔ ان پانچ طرح کے لوگوں کی دوستی اور ہم نشینی میں خیر وخوبی نہیں ہے۔ بلکہ محض نقصان اور پشیمانی ہی ہے۔ یہ بھی بہت بہتر ہے کہ مسلمان ، خدا اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دُوری اختیار کریں اگر چہ وہ اُسکے اقرباء ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ لَوْ كَانُوا آبَاءَ هُمْ أَوْ أَبْنَاءَ هُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَ أَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ ہرگز کافر اور فاجر سے قریبی تعلقات ومیل جول نہ رکھے، اور جو کافر

۱۔ آپ کو کبھی ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرتے ہوں، خواہ وہ اُن کے باپ، بیٹے، بھائی یا خاندان والے ہوں۔ اُن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اُن کی، روح کے ساتھ، اپنی جانب سے تائید کی ہے۔ اُن کو بہشت میں کہ اس کے نیچے نہریں رواں ہیں داخل کرے گا۔ اور وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے اور وہ اُس سے راضی ہیں، وہ حزب خدا ہے کیونکہ حزب خدا ہی فلاح یافتہ ہے ۔مجادلہ (۵۸) ۲۲

وفاجر سے برادری یا ہم نشینی کرے گا، وہ کافر اور فاجر ہوگا(۱)

مومن کیلئے ضروری ہے، اُن کافروں اور فاجروں سے، جن کا باطن کفر و فجور کی وجہ سے سیاہ ہو چکا ہے اور رحمت خداوند سے وہ دُور ہو چکے ہیں دُوری کریں.

دوستی کی حدود

امام صادق علیہ السلام نے اپنے کلام میں، حدودِ صداقت کا شمار کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: دوستی کی کچھ علامات ہیں کہ جس میں اُن سے تمام یا بعض پائی جائیں تو اُس کو دوست جانو، اگر ایسا نہ ہو تو اُس کو کسی بھی طور دوست شمار نہ کرو۔ سب سے بڑھ کر کہ اُس کا ظاہر و باطن تمہارے ساتھ ایک جیسا ہو۔ دوم۔ یہ کہ تمہاری آبرو کو اپنی آبرو سمجھے. سوم۔ یہ کہ اسکا مال و منال، تمہاری دوستی میں رخنہ نہ ڈالے چہارم۔ یہ کہ جو بھی مدد تمہاری کر سکتا ہو اس سے دریغ نہ کرے۔ پنجم۔ سب سے اہم یہ کہ مصائب و مشکلات کے وقت تجھے اکیلا نہ چھوڑے(۲)

جو بھی یہ صفات کم و بیش رکھتا ہو، وہ شریف اور وفادار دوستی کے لائق ہے۔ مگر آج کل کی مادی اور محبت و خلوص کے جذبات سے عاری زمانے میں ایسے دوست کمیاب ہیں۔

۱۔ صفات الشیعہ، شیخ صدوق ۶

۲۔ اصول کافی، کلینی، کتاب العشرہ، ۶۳۹/۲ ح ۶۔ وافی، ۲۰۴/۳

حقوق دوست

دوستی کے لئے حقوق ہیں کہ جن کوملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہے۔اوراُن کواپنے وقت پرادا کرنا چاہیے.امام امیرالمومنین علیؑ اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرماتے ہیں: جب تمہارا بھائی تم سے کٹ جائے تو خودکواُس سے جوڑنے پرآمادہ کرو۔جب وہ اپنا چہرہ پھیرلےتو اُس سے مہربانی سے پیش آوٴ اگر کنجوسی کرے تو تم اُس کوعطا کرنے سے پرہیز نہ کرو،وہ تم کودُور کرےتو اُس کے پاس جاوٴ، وہ اگر تندوتیزی اختیار کرےتو تم نرمی کرو۔خطااس کی ہومگرتم عذرخواہی کروجیسے کہ تم اُس کےغلام ہواواُس نےنعمت سےنوازاہواہو۔

امام علی علیہ السلام مزیدفرماتے ہیں:اپنے دوست کےدشمن کودوست نہ بناوٴ تاکہ اپنے دوست کےدشمن نہ بن سکو اوراس کوپورے اخلاص سےمشورہ دوخواہ نتیجہ کچھ نکلے(اس کے ذمہ دارتم نہیں)

اس نصیحت میں مزیدفرمایا:اگرچاہتے ہوکہ اپنے بھائی سےدوری اختیارکروتو اُس سے کسی حدتک رابطہ ضروررکھوکہ اگرایک دن وہ متوجہ ہوجائے،تواِس کی بنا پراُس سےدوبارہ رابطہ ہوسکے۔اگرکوئی تم پرنیک گمان رکھتاہو،توایسا کام کرتے رہوکہ اُس کا گمان نیک باقی رہے۔اوراپنے بھائی کےاعتمادودوستی کو ضائع نہ کرو۔

اگر اُس کا حق ضائع کر دیا تو گویا اُس کے بھائی ہی نہ تھے (۱)

دوستی کے بارے میں ایسی سنہری نصیحتیں جو کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو بتائی ہیں، کہیں اور دیکھی ہیں؟

امام امیر المومنین علی علیہ السلام دوست کے حقوق کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ دوست نہیں ہوسکتا جب تک تین موقعوں پر اپنے بھائی کا خیال نہ رکھے، جب وہ مشکلات میں مبتلا ہو، اُس کی غیر حاضری میں اور اُس کے مرنے کے بعد (۲)

امام زین العابدین علیہ السلام نے ہمیں حقوق دوستی کے بارے میں آگاہ فرمایا: پاس رہنے والے کا حق یہ ہے، جتنا بھی ہو سکے اُسکے ساتھ رہو، احسان و نیکی کے ساتھ اسکے ساتھ رہو، اگر نہیں تو جو بھی فرصت ملے اس میں بھی انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ اور اُسے اسی قدر محترم جانو جیسا کہ وہ تمھیں دیکھتا ہے اور کوئی بھی احترام کرنے والا تم پر سبقت حاصل نہ کرے اور اگر کوئی سبقت حاصل کر لے تو اُس سے زیادہ بہتر سلوک کرو۔ اور جتنی شائستگی رکھتے ہو دوستی میں کوتاہی نہ کرو۔ اپنے آپ کو آمادہ و مستعد رکھو کہ خود کو کہ اُس کی اپنے پروردگار کی اطاعت میں مدد کرو کہ وہ اپنے پروردگار کا نافرمان نہ بن سکے، اُس پر رحمت بن کر رہو ، اور اُس کے لئے زحمت پیدا نہ کرو، **ولا قوۃ الا باللہ** (۳)

۱۔ نہج البلاغہ، وصیۃ لولدہ الامام الحسن علیہ السلام، ۴۰۳.

۲۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ۲۹/۱۲.　　۳۔ رسالہ حقوق ۱۷۸/۱.

حق معلم

استاد، طالبِ علم کو نادانی اور جہالت کی تاریکیوں سے باہر نکال کر علم کی غذا فراہم کرتا ہے اور اُسکی عقل کو روشنی عطا کرتا ہے اور اُس کو تفکر و پیشرفت کا معدن و مرکز بناتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

قم للمعلم وفّه التبجیلا　　کا د المعلم ان یکون رسولا

ارایت اکرم اواجل من الذی　　یبنی و ینشئی انفساً و عقولا

اپنے معلم کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ اور اُس کی قدر و منزلت سمجھو کہ وہ اس مقام پر فائز ہے جو منصب رسول ہے۔ کیا اُس سے زیادہ محترم تر کوئی ہو سکتا ہے جس نے عقلوں کو جگا کر نوع انسانی کو حیات بخشی۔

معلم کا طالب علموں پر احسان ہے۔ نعمت علم کو اُن کے آگے پیش کرتا ہے۔ امام زین العابدینؑ معلم کے حقوق کے بارے میں فرماتے ہیں: اُنکا حق جو تمھیں علم سکھاتے ہیں، یہ ہے کہ اُس کا احترام کرو جہاں وہ درس دے وہ محترم جگہ ہے اُن کی آواز پر توجہ دو، اُن کی جانب پوری طرح متوجہ رہو اس سے خود تم کو فائدہ ہے تمھیں علم و دانش کی بھوک ہے تو وہ تمھیں یہ غذا فراہم کرتا ہے، اِسی بنا پر اپنے ذہن کامل کو اُس کی جانب مبذول رکھو اور اپنی فہم کو اُس پر خرچ کرو اور پورے انہماک سے اُنکی باتوں پر دل لگاؤ اور اپنی آنکھوں کی مکمل روشنی کے ساتھ، تمام

لذتوں کو ترک اور شہوت کو کم کر کے (وہ آرزوئیں جو علم کے حصول کے علاوہ ہوں) اُس پر رکھو۔ اور یہ یاد رکھو کہ جو کچھ تم وہاں سیکھ رہے ہو، اسکی نیابت کرتے ہوئے ان افراد کو تعلیم دے دو جو ابھی تک علم حاصل کرنے میں ناکام یا غافل رہے ہیں تم پر لازم ہے، اُسکی جانب سے اچھے انداز سے دوسروں تک پہنچاؤ اور ادائے درس میں خیانت نہ کرو۔ کیونکہ اِس ذمہ داری کو جب اپنے کاندھوں پر لے لیا ہے، تو اُس کی نیابت میں ادا کرو، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ** (۱)

معلم نہ صرف طالب علم پر، بلکہ تمام اُمت پر حق رکھتا ہے کیونکہ وہ مرکز آگاہی ونور ہے اور اُمت، علم وتمدن کی ترقی کے لئے اُس سے مدد حاصل کرتی ہے۔ اور یہ معلمین اور استادوں کی محنت وجانفشانی سے ہے کہ راہ زندگی کی علامتیں بنائی جاتی ہیں اور ملک اُس سے پھلتے پھولتے ہیں ۔ اسی بنیاد پر ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے اُن کو خالصانہ محبوب رکھیں اور اُن کی علمی اور فکری سعی وتلاش سے نیکی کے ساتھ اُن کو بلند رکھیں ، اِسی طرح حکومت پر بھی ضروری ہے کہ اُن کی اقتصادی زندگی کا معیار بہتر بنائے تا کہ اُن کے سایہ میں رفاء وآسائش سے بہرہ مند ہوسکیں۔

کتاب حاضر میں ان تمام حقوق کا احاطہ کیا گیا جو دین اسلام نے کرہ ارض پر

۱۔ رسالہ حقوق ک، ۱/۷ ۳۵

بسنے والے تمام انسانوں کے لئے وضع کئے ہیں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی خطہ زمین سے یا رنگ ونسل وزبان ودین سے ہو اور وہ حقوق بھی بیان کئے جو مسلمانوں سے مخصوص ہیں۔

خاتمہ کتاب پر ہم نے استاد کے حق پر کچھ کلمات تحریر کئے، موضوع کی مناسبت سے ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ خالص اسلامی زاویہ نظر کو پوری صراحت و وضاحت سے پیش کریں تا کہ اجتماعی اصلاح وفلاح کے فریضہ میں اپنی حد تک کچھ ادا کریں اور اللہ تعالی سے چاہتے ہیں کہ ہمارے اس کام کو قبول فرمائے اور ہمیں نیک اَجر عطا فرمائے کہ سب کچھ اُسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ قوی وعزیز ہے۔